

مذاہبِ عالم میں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تذکرہ خیر الانام

سید آل احمد رضوی

۱

حاصلِ کونین

اللہ
بحوالہ قرآن
مذاہبِ عالم میں تذکرہ خیرالانام

★

آب و گل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں
تب کہیں ایک آدمی کونین کا حاصل بنا
(احسان دانش)

سید آل احمد رضوی

ناشر : ماڈرن بک ڈپو، آب پارہ، اسلام آباد

نام کتاب : مذاہب عالم میں تذکرہ خیر الانام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
(حاملِ کونین)

مصنف/مؤلف ــــــ سید آل احمد رضوی

ناشر : ــــــ سید ذاکر شاہ

سرورق و ڈیزائن : ــــــ ارشاد صدیقی

طابع : ــــــ آر۔ایم۔ایس پرنٹرز
دربار مارکیٹ، لاہور

اشاعت : ــــــ بار اوّل ۱۹۹۱ء

قیمت : ۹۰ روپے

ماڈرن بک ڈپو آبپارہ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حاصلِ کونین

ہے حاصلِ کونین ، تیری ذاتِ مقدس
ہے مطلعِ عرفاں ، تیری سیرتِ انور
تو محورِ ایماں ہے ، تو مرکزِ ایقاں
تسکینِ دلِ زار ، تری مدحتِ انور

سید آلِ احمد رضوی

فہرست

انتساب

اُن محسنین، مخلصین، محبتین کے نام

جن کی دعائیں مجھے اس مقام تک لے آئیں

اللہ ان سب پر اپنے فضل و کرم کی برکھا برساتا ہے

- سردار محمد اسلم ایڈووکیٹ ○ مفتی محمد ادریس ایڈووکیٹ ○ سید شبیر حسین شاہ ایڈووکیٹ،
- سید مجاہد رضوی ایڈووکیٹ ○ سید غلام مصطفٰے ایڈووکیٹ ○ ثمر زمان جدون ایڈووکیٹ،
- کمال خان جدون ایڈووکیٹ ○ کامران ستی ایڈووکیٹ ○ شیراز حسین کیانی ایڈووکیٹ،
- سردار ناصر اسلم ایڈووکیٹ ○ فضل گل ایڈووکیٹ ○ فواد بن صالح ایڈووکیٹ
- بابو اسحاق الٰہی علیگ، ○ حکیم شعلہ بجنوری ○ نیاز سواتی ○ نیاز پاشا جدون،
- شبیر احمد بھچڑ ○ قاری مشتاق احمد ○ میر محمد اعوان
- صلاح الدین اجمیری ○ جمیل عباسی ○ حاجی فضل داد مغل،
- مطیع الرحمٰن ○ حاجی محمد عرفان ○ حاجی غلام حیدر،
- صلاح الدین چشتی ○ غلام قنبر جعفری ○ سردار لعل خان عباسی
- ملک محمد یونس ○ سردار شاہد مصطفٰے ○ محمد شفیق ○ نجم الاکرام خٹک
- امیر الدین قادری چشتی ○ راجہ محمد اقبال ○ سردار عبدالرحمٰن گوجر
- طاہر منیر ○ محمد آصف خان ○ واجد سراج ○ محمد رفیق اعوان
- ارشد محمود بھٹی ○ محمود حیدر۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور علیہ السلام کے دامن سے وابستہ رکھے۔ ہمارے قلوب آپؐ کی محبت و عشق سے سوزاں و بریاں رکھے۔ آمین!

پیش لفظ

سید آل احمد رضوی صاحب اس سے قبل سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چھ مقبول عام و معیاری کتابیں لکھ چکے ہیں اور اب ساتویں کتاب "حاصل کونین" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے موضوع کا انتخاب سید آل احمد رضوی صاحب کے لئے سونے پر سہاگہ ہے۔ یہ اُن کی اپنی پسند بھی ہے اور ان کے بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر بھی۔ آنحضرت کی محبت میں ڈوب کر انہوں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ زندگی بھر سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر لکھتے رہیں گے۔ اس مادی دور میں ایسی روحانی کاوشوں اور پاکیزہ تخلیقات فکری کی اشد ضرورت ہے۔

"حاصل کونین" موضوع کے اعتبار سے ایک منفرد اور اچھوتی کتاب ہے اور موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں مختلف مذاہب عالم، ان کے بانیوں کے بیانات اور سماوی و ارضی کتب میں مندرج ان بشارتوں کا ذکر ہے جو سید عالم نبی آخرزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ فاضل مؤلف نے اس موضوع پر پہلے سے لکھی جانیوالی متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا اور پھر ایک منفرد حیثیت سے شائستہ انداز میں پیشین گوئیوں کو یکجا کر دیا۔

سید آل احمد صاحب کا انداز تحریر و بیان بڑا دلکش اور دلنشین ہے۔ بات خواہ کسی کی زبان سے نقل کریں، لیکن جملوں میں ان کے اپنے الفاظ مثلاً اس سے بہترین دکھائی دیتے ہیں۔ ساری کتاب میں انہوں نے سادگی اور سنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کا ذہن اپنے مخصوص انداز فکر کا آئینہ دار ہے اور اس کی پرواز خاصی بلند ہے۔ آخر تک اُن کی نوک قلم اپنی دل لبھاتی ہوئی روش میں عقیدت و محبت کے موتی بکھیرتی ہوئی چلی گئی ہے۔

مصنف کے دل میں عشق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تعظیم و توقیر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جذبہ

کارفرما ہے۔ یقیناً یہ اُن کے عزم و محبت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے "حاصل کونین" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس جوش و ولولہ سے شروع کیا تھا وہ کتاب کے ہر جملے سے مترشح ہے انہوں نے کتاب کو بڑے خلوص اور احتیاط کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

امید کہ اس "مجموعہ بشارات" سے کہ جو سید آل احمد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت و عقیدت کا ماحصل ہے قارئین کرام کو بہت کچھ حاصل ہوگا۔

(ڈاکٹر این اے بلوچ)

مشیر، قومی ہجرہ کونسل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشوائی

سیرتِ مصطفےٰؐ سراسر اعجاز ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر لوگ چودہ سو برس سے لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر جوں جوں اس موضوع پر کام ہوتا چلا جاتا ہے، اس کے امکانات وسیع سے وسیع تر ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت عروہ بن زبیر (۲۳ ہجری - ۹۲ ہجری) کی یادداشتوں سے چل کر "نقوش" کے رسول نمبر کی تیرہ جلدوں (تکمیل جنوری ۱۹۸۵ء/ ۱۴۰۵ ہجری) تک ہر زبان میں اس عظیم موضوع پر تحقیق و جستجو کے ان گنت شاہکار سامنے آئے، مگر اس کے باوجود جب کسی محقق نے خلوصِ نیت سے اس موضوع پر فکر کیا تو اُسے کوئی نہ کوئی نیا پہلو ضرور مل گیا۔

نوجوان محقق سید آلِ احمد رضوی کو کچھ ایسی ہی توفیق ارزانی ہوئی ہے جو انہوں نے زیرِ نظر کتاب میں حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مختلف مذاہبِ عالم کے رہنماؤں کی بشارات و اعترافات کو نہایت سلیقہ مندی سے یکجا کر دیا ہے۔ اب تک سامنے آنے والی کتبِ سیر میں ایسی چند بشارات کے اشارے ملتے تھے، مگر سید آلِ احمد رضوی کی اس موضوع سے وابستگی، تحقیق و تجسس کی سچی لگن اور شب و روز کی عرق ریزی کی بدولت ایک بھرپور کتاب سامنے آ رہی ہے جس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور رسالت کے بارے میں سابق رہنمایانِ مذاہب اور انبیائے سلف کی بیشتر بشارتیں مروجہ سائنسی معیار کے مطابق یکجا کر دی گئی ہیں۔ مصنف کا اندازِ تحریر حسین و متین ہے اور ہر بات حوالے کے ساتھ درج کی گئی ہے۔

"حاصلِ کونین" کے موضوع اور مواد کا تقاضا ہے کہ اسے پوری دنیا میں عام کیا جائے، تاکہ غیر مسلموں کے ذہنوں میں اسلام اور صاحبِ اسلام کی حقانیت و عظمت منکشف ہو اور مسلمانوں کے دلوں میں ایک احساسِ رفعت ہو اور ان پر یہ حقیقت آشکار ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اطہر ہی حیات و کائنات کا سرِ آغاز اور مقصود و مدعا ہے۔ آپ کے ذکرِ مبارک کا سلسلہ ازل سے جاری و ساری ہے اور اسے خود خالقِ کائنات نے رفعت عطا کر کے تاریخی، جغرافیائی، نسلی اور لسانی حدود سے بلند تر فرما دیا۔ ربِ عزت و علا نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ اطہر کے بنیادی خدوخال اپنی کتابِ آخر میں بیان فرمائے اور اس کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا۔ کہ اس گلشنِ ہدایت کا کوئی پھول بھی اگر کھو جاتا تو انسانیت کی اس کمی کو پورا نہ کیا جا سکتا۔ اتباعِ پیغمبر آخر زماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی انتہائی فرض شناسی سے سیرتِ اطہر کے ایک ایک پہلو اور ایک ایک جزو کو جس طرح سینوں اور سفینوں میں محفوظ کیا، اس کی کوئی دوسری مثال کائنات کے سامنے نہیں آتی۔ چنانچہ اس خزانۂ عامرہ سے لوگ قیامت تک گوہرِ آبدار حاصل کرتے رہیں گے۔ شرف صرف محبت اور لگن کا ہے، جس کا سید آلِ احمد رضوی کو وافر حصہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا یہ سامانِ سفر ہمیشہ تر و تازہ رکھے۔

حفیظ تائب
اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی
لاہور

کلمۂ تحسین

موجودہ دورِ زوال میں ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی کی وجہ باعثِ تخلیقِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے عدم دلچسپی ہے۔ مسلمانوں میں لادینیت اور الحاد زور پکڑتا جا رہا ہے۔ اس خوفناک صورتحال سے نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کی محبت کو دلوں میں بسا کر آپ کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ہم اسلام کی ایک متحرک اور دلکش تصویر دیکھ کر پستیوں میں گرنے سے محفوظ ہو سکیں۔

خالقِ کائنات نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ساری انسانیت کے لئے ہادیٔ اعظم بنا کر بھیجا ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے کامل راہنمائی میسر نہ آتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تاریخی طور پر مسلّم اور واضح حیثیت کے متعلق ایک مبصر یوں رقمطراز ہے۔

"MUHAMMAD WAS BORN WITH THE FULL LIGHT OF HISTORY" (HITTI)

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تاریخ کی کامل روشنی کے ساتھ پیدا ہوئے۔"

ضرورت اس امر کی ہے کہ تاریخ کی پوری روشنی میں تشریف لانے والی شخصیت (جن کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو تحریری طور پر محفوظ کیا جا چکا ہے) کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے۔ آپ کی سیرتِ پاک کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ آپ کی عملی زندگی اور تعلیمات نے ایسا انقلاب برپا کیا جس نے ظلم و استبداد کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں، غلام و آقا کی تمیز مٹا ڈالی۔ ملتِ اسلامیہ کے لئے اسوۂ حسنہ اور بنی نوعِ انسان کیلئے مشعلِ ہدایت ثابت ہونے والی اس عظیم ہستی کی

تشریف آوری کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے مختلف پیغمبروں کو بشارتیں دیں جنہوں نے اپنے پیروکاروں کو پیشین گوئیوں کے ذریعے آگاہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

"حاصل کونین" کے مصنف سید ذکی احمد رضوی نے مذاہبِ عالم کی مذہبی کتب میں درج ان پیشین گوئیوں کو یکجا کرکے کتابی صورت دینے کی قابلِ تحسین سعی کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے متعلق بشارتوں کو بڑی محنت اور لگن کے ساتھ سپردِ قلم کیا ہے۔ موضوع کو حوالہ جات کے ذریعہ قابلِ قدر اور کھلی صداقت بنانے کی دیانت دارانہ کوشش کی ہے۔

"حاصل کونین" سے پہلے بھی سیرتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئی کامیاب کتابی کاوشوں کے ذریعے مصنف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ اپنی والہانہ محبت وعقیدت کا ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔ اپنی اس نئی کاوش کو تحریر کرنے میں انہوں نے بڑی جانفشانی اور محنتِ شاقہ سے کام لیا ہے۔ مصنف نے یہ بشارتیں نہ صرف الہامی مذاہب سے لی ہیں، بلکہ غیر الہامی مذاہب، ہندومت، بدھ مت اور مذہبِ زرتشت کی مذہبی کتب میں آمدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق پیشین گوئیوں کو بھی حصۂ تصنیف بنایا ہے۔

مصنف کا طرزِ تحریر کافی موثر، سنجیدہ اور دلکش ہے۔ زبان عام فہم اور دلنشین استعمال کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مصنف کے زورِ قلم میں برکت دے اور وہ اپنی خداداد تحریری و فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر سیرتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں اور قارئین کتاب کو اس کے مطالعہ سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پایاں دولت سے نوازے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

سرپرست ادارہ منہاج القرآن، لاہور

آغازِ سخن

جب سے انسان نے اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھا ہے اس وقت سے دنیا کے تمام خطوں، معاشروں، قبائل اور بلاد و امصار میں مختلف اوصاف و کمال کے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں ان میں سے کچھ نے اپنے کارناموں کی وجہ سے تاریخ انسانیت پر گہرے نقوش ثبت کیے بعض نے مقامی طور پر شہرت حاصل کی اور بعض اپنی تمام تر خوبیوں کے باوصف وقت کے دھارے کیساتھ بہہ گئے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ بہرحال یہ سب عظیم شخصیتیں تھیں جنہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ان میں سے بعض کا تعلق سائنس سے تھا، بعض کا فنون سے، بعض مصلح تھے اور بعض محض کاروباری بعض نے سوزنِ عقل سے چاک گریبانوں کی رفوگری کا کام کیا، بعض نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا۔ بعض نے آسمانی بجلی، قوت اور خیرگی سے متاثر ہو کر پانی کی سیلابی قوت کو تسخیر کر کے بجلی کے قوی ہیکل دیو کو انسان کی خدمت پر مامور کر دیا جس کے دم قدم سے آج عالم انسانیت بقعۂ نور بنا ہوا ہے اور انسانی ضروریات کی لاتعداد اشیاء پیدا ہو رہی ہیں، کسی نے طب کی دنیا میں انقلاب برپا کیا، کسی نے جراحت میں بڑا نام پایا۔ کسی نے شعر و ادب سے انسانی جذبات کی ترجمانی کی۔

کسی نے شعر کو نغمے میں ڈھال کر موسیقی کو جنم دیا جو جاہے اذہان اور پژمردہ قلوب کے لیے اکسیر کا کام کرتی ہے۔ غرض کہ زندگی کے مختلف باہنر اور باصلاحیت لوگوں نے انسانیت کی خدمت کی اور لوگ ان سے ان شعبوں کی حد تک متاثر بھی ہوتے رہے لیکن ان تمام مادی ترقیوں اور آسائشوں کے باوجود انسان کو ہر دور میں ایسی شخصیت کی ضرورت رہی جو اسے ذہنی سکھ قلبی اطمینان اور روحانی بالیدگی دے سکے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان تمام شخصیتوں کیفیتوں کے درمیان ہر دور میں ایسی شخصیات جنم لیتی رہی ہیں جنہوں نے انسان کی آسودگی اور رفاہیت کے لیے کام کیا۔ یہ مصلحین اور انبیاء علیہم السلام کی جماعت تھی۔

ہر زمانے، ہر عہد اور ہر قوم میں پیغمبر اور رسول آئے جنہوں نے ہر قوم کی طرف ہر زمانے میں لوگوں تک اللہ کا ایک ہی پیغام پہنچایا۔ یہ پیغام متواتر تکرار اور تسلسل کے ساتھ ہر قوم کی طرف آتا رہا ہے۔ علاقوں، نسلوں، زبانوں اور زمانوں کے فرق کے باوجود پیغام میں کبھی کوئی فرق نہ رہا۔ تمام انبیاء نے ہمیشہ ایک ہی بات کہی۔

"خدا کے بندو! خدا کی بندگی اختیار کرو اس لیے کہ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔"

اس مقدس جماعت کو اللہ کا پیغام پہنچانے کے سلسلے میں سخت ابتلاء و آزمائش سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ کوئی تو آرے سے چیر اگیا۔ کسی کو مچھلی کا لقمہ بننا پڑا۔ کسی کو نارِ نمرود میں چھلانگ لگانا پڑی کسی کو قوم نے سولی کا تختہ دیا اور کسی کو اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا۔ انبیاء کرام نے دعوت تبلیغ الی الحق میں بڑے بڑے مصائب جھیلے، پہاڑوں کی سی مشکلات کا سامنا کیا خاص طور پر

از منہ قدیم میں جب عقلِ انسانی محدود تھی، ذرائع حمل و نقل اور ابلاغ مسدود تھے دنیا کا رقبہ وسیع لیکن آبادی کم اور منتشر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا پیغام نہ تو آفاقی تھا اور نہ عالمگیر۔ ان سب نے اپنی اپنی جگہ پیغام حق سنایا اور انسانیت کی راہنمائی کی۔ تاہم ان برگزیدہ شخصیتوں نے ایک ایسی آفاقی اور عالمگیر شخصیت کی آمد کی نشان دہی ضرور کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قبل دنیا میں جو پیغمبر بھی آتا رہا وہ اپنی اپنی اُمت سے یہ عہد و پیمان ضرور لیتا رہا ہے کہ میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے وہ جب تشریف لائے تو اس پر ضرور ایمان لانا ہو گا اور اس کی نصرت و مدد بھی کرنی ہو گی۔ خالق کائنات نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام کائنات کے لئے مبعوث فرمایا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں۔ قرآن پاک کے مطابق :۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَا
اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ
رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ
بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ
عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ
فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ[1] ○

اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کرام اور ان کے واسطے سے تمام اُمتوں سے یہ عہد لیا کہ اگر تمہارے زمانے میں وہ (آخری) رسول مبعوث ہو جو تمہاری تعلیم اور کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو تم کو اس پر ایمان

---

[1] سورہ آل عمران = ۸۱

لانا اور اس کی مدد کرنا ہوگی سب نے اس کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم بھی گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس کا گواہ ہوں۔"

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء و رسل آئے سبھی نے سرور کائنات حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دی اور اپنی اُمت کو پیغمبر اوّل و آخر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ گرامی سے بھی آگاہ کیا۔

ایک ممتاز مسلم دانشور ابو محمد سہل بن عبداللہ التستری نے ایک نظریہ "پیغمبرِ اسلام پہلے اور آخری نبی" کے عنوان سے پیش کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:-

"یومِ میثاق سے قبل محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تخلیق نورِ الٰہی سے اس وقت ہوئی جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نامعلوم زمانہ تک منارہ نور کی طرح استادہ اس کی حمد و ثنا میں مشغول تھا۔ جب یومِ میثاق سے قبل بنی نوعِ انسان کو نورِ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے چمکدار ذرات کی صورت میں ظاہر کیا گیا جس نے کہ پہلے آدمی کی شکل اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے یومِ میثاق حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچے کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا جنہیں عقل ودیعت کی گئی جب فرمانِ خداوندی تمام پیغمبروں کے سامنے امر اور نہی کی صورت میں دکھایا گیا اور انہیں اپنی ربوبیت کے اقرار کرنے کے لئے کہا اور ان سے سوال کیا۔

"کیا تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور ان پہ اپنی قدرت کا اظہار کیا تو ان کے اقرار پہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق سے اپنا شاہکار بنایا اور اسے ابتداء و انتہا سے باخبر کیا۔"

خالقِ کائنات نے تمام انبیاء کو امر و نہی کی تبلیغ و ہدایت کی۔ ایک دوسرے کی تائید کے لئے کہا اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوم میثاق سے قبل ہی اپنا محب و محبوب اور پسندیدہ و منتخب مقصود بنایا۔ اس انتخاب کی پسندیدگی کا یہ عالم کہ جنہیں کائنات میں سب سے پہلے تخلیق کیا انہیں انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کی آخری کڑی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے اپنے بھیجے ہوئے نبیوں کو جب کسی امتحان میں ڈالا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی کی برکت سے انہیں امتحان و آزمائش سے نکالا۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے :-

" حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہو گئی تو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میری مغفرت فرما دیجئے۔"

اس پر ارشادِ باری ہوا۔

" اے آدم علیہ السلام! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کو کیسے پہچانا؟"

آدمؑ نے کہا " جب تو نے مجھے اپنے دستِ مبارک سے خلق فرمایا اپنی روح میرے اندر پھونکی، میں نے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اس سے میں نے سمجھا کہ تو اپنے نام مبارک کے ساتھ اسی کے نام کو ملا سکتا ہے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

" اے آدمؑ! تو نے سچ کہا۔ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا

ذکرانہ کائنات کوشہ

حدیث قدسی ہے۔

"لولاک لما خلقت الافلاک" اس کے بھی یہی معنی ہیں۔

"حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے بڑے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ طوفان کی وجہ سے مشہور ہیں۔ جب کشتی بنانے میں معروف تھے تو وہ کسی طور مکمل نہ ہوتی تھی۔ وحی کے ذریعے حکم خداوندی ملا۔

"اے نوحؑ! کشتی پر تمام انبیاء کے اسمائے گرامی تحریر کرو آغاز میرے نام سے کرو اور ختم میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کرو۔"

چنانچہ آپ نے حکم خداوندی کے مطابق تمام انبیاء کے نام لکھے جب آخر میں اسم گرامی محمد رسول اللہ کندہ کیا تو غیب سے ندا آئی۔

"اے نوحؑ! اب تمہاری کشتی مکمل ہو گئی ہے[1]

اور پھر آدم ثانی نوح علیہ السلام نے اہل ایمان کو اس کشتی میں بٹھا کر (طوفان) عذاب خداوندی سے نجات پائی۔

مذاہب عالم اور اُن کی مذہبی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بانی مذہب اور ہر پیغمبر نے پیغمبر اوّل و آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی نشان دہی کی ہے

میری دیرینہ آرزو تھی کہ ان پیشین گوئیوں کو یکجا کروں الحمد للہ! میں اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوا۔ اس سلسلے میں میں نے

---

[1] المستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۱۵ ؛ زرقانی علی المواہب جلد اوّل ص ۶۲، الخصائص الکبریٰ جلد اوّل ص ۱۸ ؛ [2] مدارج النبوت صفحہ ۳۱-۳۲ ؛

کوشش کی ہے کہ اصل ماخذ سے مواد حاصل کروں تاہم کہیں کہیں ثانوی ذرائع پر بھی اعتماد کرنا پڑا ہے۔ میں نے پیشین گوئیاں جمع کرتے ہوئے عبارت آرائی کی بجائے آسان اور سنجیدہ علمی انداز اپنانے کی کوشش کی ہے میں اس میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ قارئین کرام ہی کر سکتے ہیں۔

قارئین محترم! جن دنوں میں یہ کتاب لکھ رہا تھا انہی دنوں مجھ سے میری متاعِ حیات چھن گئی رحمت کا ایک سایہ، دعاؤں کا ایک سائبان، جو ہمہ وقت سر پہ سایہ فگن تھا۔ یک دم ہٹ گیا اور میں وقت کی کڑی دھوپ میں اس سائے کے بغیر کھڑا رہ گیا۔ دعا فرمائیں کہ خالقِ کائنات میری ماں کو غریقِ رحمت کرے اور میری ماں! مجھے جیسا دیکھنا چاہتی تھی میں ویسا بن جاؤں۔ یہ میری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ میں سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر یہ سادہ سی تحقیقی کتاب پیش کرنے کے قابل ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں اس کے حبیبؐ کا ذکر لکھتا رہوں یوں میری نجات کا سامان ہو جائے۔ ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفٰےؐ است　　آبروئے ما ز نامِ مصطفٰےؐ است

کاش! کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی یہ چند ٹوٹی پھوٹی سطریں، یہ انداز پسند آجائے۔ ان کے غلاموں کے غلاموں کی فہرست میں ہمارا نام بھی شامل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا مطالعہ کرنیوالوں اور مجھے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت سے مالا مال کرے اگر یہ دولت نصیب ہو جائے تو پھر کسی چیز کی کمی نہیں۔

دعاؤں کا محتاج

سید آلِ احمد رضوی

بشارات

ہندومت

مذاہبِ عالم میں سب سے قدیم مذہب تاریخی طور پر ہندو مت ہے لیکن اس کے بنیادی عقائد کے ارتقاء اور اختلافات کی بنا پر اس کے نظامِ حیات کی واضح نشان دہی نہیں کی جا سکتی۔ پھر بھی اس کے ماننے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ ہندو مذہب تقریباً چار ہزار سال پرانا ہے۔ اہلِ ہنود کی یوں تو مختلف مذہبی کتب ہیں۔ ویدوں کے ساتھ ساتھ اپنشد، پران، گیتا اور سماجی قوانین کے مجموعے شاستر بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ "تری مورتی" ان کا بنیادی عقیدہ ہے جس کے تحت تین خداؤں کا تصور کیا جاتا ہے ان میں ایک کائنات کا خالق دوسرا کائنات کی بقا کا ذمہ دار اور تیسرا کائنات کی تباہی و بربادی کا سبب جنہیں برہما، وشنو اور شیو کا نام دیا جاتا ہے

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ بڑے بڑے مصلحین وشنو کے اوتار تھے اور ابھی ایک اوتار باقی ہے۔ ان سب کی تعداد دس ہے جسے "وشا اوتار" کا نظریہ کہا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی مشہور کتاب وید چار حصوں رگ وید، سام وید، یجر وید اور اتھر وید پر مشتمل ہے جو اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے آج بھی مقدس اور محترم

مانے جاتے ہیں

ویدوں کی تعلیمات کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہندومت کی تعلیمات بھی انسانی فلاح و کامرانی کا درس دیتی ہیں۔ ان تعلیمات میں بھی خالق کائنات کی وہی صفات بیان کی گئی ہیں جو حقیقی ہیں مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تعلیمات میں بگاڑ پیدا کر دیا گیا یا بھلا دیا گیا اور نت نئے عقائد اور نظریات کی آمیزش نے ہندومت کی اصل صورت ہی بدل دی۔ ان ویدوں میں پیغمبر انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کی طرف خاصے واضح اشارات ملتے ہیں۔ سام وید کے ایک منتر میں اس کا اظہار یوں ہوتا ہے :-

"احمد نے اپنے پرماتما سے سندرہ آدرش اور پرکاش سیکھا میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔" درشی وتسہ کنو [1]

اس اشلوک میں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام "احمد" کے متعلق واضح طور پر لکھا گیا دوسرے آپ کی حکمت سے لبریز شریعت کا تذکرہ اور تیسرے آپ کو "رشی وتسہ کنو" یعنی سورج کی مانند روشن جو دراصل "سراجاً منیرا" کا متبادل لفظ ہے سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی تصدیق خالق کائنات نے اپنی آخری کتاب میں یوں فرمائی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ
بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ [2]

---

[1] سام وید پرچا ٹک ۲ رشی ۶ منتر ۸ [2] سورہ الاحزاب : ۴۵-۴۶

اے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر اور روشن چراغ بنا کر، بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو (تم پر) ایمان لائے ہیں ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے یہ بھی فرما دیا

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ؁۱

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کیساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام عالم کے ہادی بن کر آفاقِ عالمین پر جلوہ فرما ہوئے جبھی تو خدائے عالمین نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ؁۲

آپ بتا دیجئے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

سام وید ہی میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق ایک اور پیشین گوئی آپ کے نام مبارک کے ذکر کے بعد ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

(۱) وہ مہر مقدس رحم کا مرتی

۱؎ سورہ التوبہ : ۳۳ ۲؎ سورہ الاعراف : ۱۵۸

(۲) سو علو الا (یعنی بارعب)

(۳) نہایت تعریف کیا گیا (آپ کے اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی معنی ہیں)

حضرت عبدالمطلب سے جب قریش مکہ نے پوچھا کہ اے سردار تو نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ تو عبدالمطلب نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے۔" [1]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے آپ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ اللہ تو محمود ہے اور حضور محمدؐ ہیں

(۴) اندر یعنی صاحب اقبال بلند رتبے والے

(۵) قلعوں کو توڑنے والا جوان، عقیل بے انداز قوت کا پیدا کیا گیا

(۶) پتھر رکھنے والا (یہ حجر اسود نصب کرنے کی طرف اشارہ ہے)

(۷) گڑھے کا کھودنے والا (غزوہ خندق کی طرف اشارہ ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلیمان فارسیؓ کے مشورہ سے ہدایت فرمائی کہ مدینہ کی شمالی جانب ساڑھے تین میل لمبی دس گز چوڑی اور پانچ گز گہری

---

[1] تاریخ ابوالفداء ص [2] [2] رحمت للعالمین جلد اوّل صلعم قاضی محمد سلیمان منصور پوری

خندق کھودی جائے کیونکہ مدینہ منورہ کی باقی تینوں اطراف حملہ آوروں سے محفوظ تھیں۔ اس خندق کی کھدائی میں پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود بھی حصہ لیا بلکہ سب سے بڑھ چڑھ کر عملی مظاہرہ کیا۔

یہ پیشین گوئی سام وید حصہ دوم باب ہفتم فصل اوّل پر پاٹھک بستم صفحہ ۱۲۵ پر مذکور ہے۔ ۱؎

اتھروید کے بعض منتروں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو اشارات ملتے ہیں وہ یہ ہیں۔

"اے لوگو! بڑے زور و شور سے سنو! مہامت لوگوں میں ظاہر ہوگا ہم ہجرت کرنے والے کو ۶۰ ہزار اور ۹۰ دشمنوں سے پناہ دیں گے اس نے مُمّ رشی کو سینکڑوں سونے کے سکے دس حلقے تین سو عربی گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں۔" ۲؎

یہاں مہامت اور مُمّ رشی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ زبان اور لہجے کے اختلاف کی وجہ سے لفظ "محمد" کو مہامت بنا دیا گیا۔ معنوں کے اعتبار سے بھی اس کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات پاک پر ہوتا ہے۔ مفہوم کے اعتبار سے بھی اس کا اشارہ نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف ہے ان منتروں میں جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مہامت رشی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہجرت کریں گے اور پھر ان کو فتح حاصل ہوگی دس حلقے سے مراد عشرہ مبشرہ ہیں تین سو عربی گھوڑوں سے مراد اصحاب بدر ہیں اور دس ہزار

۱؎ کتاب محمد رشی، مولانا ثناء اللہ امرتسری بحوالہ محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں صفحہ ۵۶ مولانا محمد حنیف یزدانی۔

۲؎ اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷، منتر ۱ تا ۳ (بحوالہ پیغمبرِ اعظم جلد اوّل از مولانا طاہر حسن امروہی)

گائیں سے مراد وہ دس ہزار صحابہ کرامؓ ہیں جو فتح مکہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آئے گا۔[1] اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا دس ہزار آدمیوں کے درمیان جھنڈے کی مانند کھڑا ہوگا۔[2]

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو دس ہزار جاں نثاروں کی جماعت آپؐ کے ہمراہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم کعبہ سے بتوں کو گرانا شروع کیا اور یہ آیت تلاوت فرماتے جا رہے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝[3]

"حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا اور واقعی باطل چیز تو یونہی آتی جاتی رہتی ہے"

اتھروید میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ احمدؐ اور محمدؐ موجود ہیں۔ ریگ کھنڈ میں لکھا ہے:-

"مری قوام سمو دائی دکائی کمائی احمدؐ نارہ بائی"

جب کہ یجروید میں یہ لکھا ہوا ہے۔

"الاتنک حخ الوجان محمد الاتنک کرمان جان تیجان نندمانی جان جان نماری جیو سان کجیان ۝"[4]

---

1. کتاب استثناء باب ۳۳ آیت ۱
2. غزل الغزلات باب ۵ (ماخوذ کتاب محمد عربی از قمر انبالوی)
3. سورہ بنی اسرائیل - ۸۱
4. شہادۃ الاقوام بحوالہ کتاب پیغمبر اعظم

بھگوت گیتا سری کرشن جی مہاراج کی تعلیمات پر مبنی کتاب ہے یا اپنی اصلی حقیقت میں موجود نہیں کیونکہ اس میں بھی کافی تحریف کی جا چکی ہے۔ کرشن کی زبان سے اس کتاب میں جن عقائد کا اظہار کیا گیا ہے اس میں کرشن اپنے آپ کو پہلے اس طرح متعارف کراتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے فرائض کو پوری طرح بجا لائیں بلکہ اس پر مکمل یقین بھی رکھیں اور اس کی محبت و عقیدت کو اپنا مقصود بنائیں۔ اس کے بعد وہ ایک مافوق الفطرت ہستی کی صورت میں سامنے آتا ہے اور اپنے وفادار پیروؤں کو یقین دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد انہیں اس کا قرب اور اس کی رفاقت نصیب ہوگی۔

بھگوت گیتا کی رُو سے خدا ایک ذی شعور، ابدی اور توانا ہستی ہے جو ازل سے موجود ہے۔ گیتا میں ضابطۂ حیات کے لئے یہ اصول پیش کیا گیا ہے کہ آدمی کاروبار دنیا اور مشاغل حیات سے کنارہ کش ہوکر علم کی تلاش میں مصروف ہو جائے یا پھر یہ کہ زندگی کے فرائض اس طرح بجا لائے کہ خواہشات نفسانی کی غلامی ترک کر دے۔ اس کے ساتھ بھگوت گیتا میں نجات کے ان دونوں طریقوں کے درمیان اس طرح مصالحت کی گئی ہے کہ خود غرضی کے ساتھ اور دنیوی کامیابی کا خیال کئے بغیر فرض بجا لانے کا روحانی نتیجہ وہی ہوگا جو دنیا سے کنارہ کش ہوکر ذکر و فکر میں مشغول رہنے کا ہو سکتا ہے گیتا میں برہمنوں کی مذہبی رسوم کی بھی مذمت کی گئی ہے اور قربانیوں کو ترک کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے۔

داس گپتا کے بیان کے مطابق "بھگوت گیتا" کوئی نئی تصنیف نہیں بلکہ اس میں بہت کچھ اپنشدوں سے لیا گیا ہے اور بھگوت گیتا کا جو کلام سری کرشن جی سے منسوب ہے اس میں بہت کچھ تحریف کر دی گئی ہے [۱]

---

[۱] ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ از ڈاکٹر عبدالرشید

بہرحال بھگوت گیتا میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق واضح اشارات موجود ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے

"جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے اور ادھرم بڑھ جاتا ہے تب خدا ایسے شخص کو کھڑا کرتا ہے جو نیک لوگوں کی رکشا کرتا ہے اور پاپوں کا ناس کرکے دھرم کو قائم کر دیتا ہے۔" [۱]

اس تحریر میں اگرچہ وضاحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی نہیں بتایا گیا تاہم جو حالات بیان کئے گئے ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بین السطور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

مہابھارت بھی ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ یہ سری ارجن جی اور سری کرشن جی کے درمیان ہونے والے سوال و جواب پر مشتمل ہے۔

مہابھارت کی پوری داستان بارہ حصوں پر مشتمل ہے اس کی زبان ویدوں کی زبان سے مختلف ہے اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے یونانی دیوتاؤں کا پورا اثر قبول کیا ہے۔ "مہابھارت" میں بھی بعض مقامات پر پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک جگہ درج ہے :۔

"کل یگ کے آخر میں کلکی اوتار پیدا ہونے والا ہے" [۲]

یہاں کل یگ سے مراد وہی زمانہ ہے جو قرآن کی زبان میں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ [۳] سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت انبیاء سابق کی تعلیمات کو یا تو بھلا دیا گیا تھا یا ان میں بگاڑ پیدا کر دیا گیا تھا۔ افقِ عالم پر اندھیری راتوں اور طاغوتی طاقتوں کے حصار تے

---

[۱] بھگوت گیتا باب چہارم [۲] مہابھارت شانتی پرو ادھائیہ ۳۴۰
[۳] سورۃ الروم ۴۱

اچھے اور برے کی تمیز ختم کر دی تھی۔ پوری دنیا نے انسانیت مختلف تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی ہر طرف وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا۔ مصر، ہندوستان، بابل نینوا، یونان اور چین جہاں کبھی تہذیب و تمدن کی شمعیں فروزاں تھیں وہ گل ہو چکی تھیں اگرچہ رومی اور ایرانی تمدنوں کا طوطی بول رہا تھا اور ان کی ظاہری چمک دمک نے بظاہر آنکھوں کو خیرہ کر رکھا تھا مگر درحقیقت وہاں بھی جنگل ہی کا قانون نافذ تھا۔ دھرتی کا گوشہ گوشہ انسانوں کے لہو سے لالہ زار بنا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو مبعوث کیا۔ "کلکی اوتار" سے مراد آپ ہی کی ذات اقدس ہے کیونکہ یہ "نشکلنک اوتار" بھی ہو گا جو دنیا کی حالت درست کرنے کے لئے پیدا ہو گا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس شفیق و رحیم رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم، کی آمد کا یوں ذکر کیا ہے :-

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1]

"اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہی میں سے ہیں جن کو تمہارے نقصان کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے) ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔"

جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے تبلیغ حق کا آغاز کیا تو اس وقت ساری دنیا بد اخلاقی اور بے حیائی کے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ شراب، زنا اور جوئے سے ترکیب پانیوالی جاہلی ثقافت زوروں پر تھی۔ انسانیت کا وقار ختم ہو چکا تھا۔ ظلم و ستم

---

[1] سورہ التوبہ : ۱۲۸

انسانیت کا شیوہ بن چکا تھا۔ طاقتور کمزور کو، دولت مند غریب کو، صاحبِ اختیار لاچار کو ستا رہا تھا مٹا رہا تھا۔ لوگ خدائے واحد سے بیگانہ تھے۔ اہلِ عرب کی حالت کیا تھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے:-

"اے گروہِ عرب تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں سخت پتھروں اور مہلک سانپوں کے درمیان پڑے تھے۔ میلا اور گندہ پانی پیتے تھے اور بدمزہ ناگوار غذا کھاتے تھے۔ ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور قطع رحم کیا کرتے تھے تمہارے یہاں بت نصب تھے اور تمام زندگی گناہ آلود تھی۔" ؎

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات اور عمل سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی بدل کر رکھ دی۔ اُسے ماسوا کے آستانوں سے ہٹا کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے آگے سربسجود کیا۔ ذلت و خواری کے مقام سے اُٹھا کر عزت و شرف کی مسند پر بٹھایا۔ ایک منضبط دستورِ حیات اور آئین حکمرانی دیا۔ صلح و جنگ اور دوستی و دشمنی کے قوانین و ضوابط دیئے۔ دفعِ ظلم، استیصالِ فتنہ، مقابلہ جارحیت ازالۂ شر، اعلائے کلمۃ اللہ اور اعانتِ مظلوم کے عظیم مقاصد سے دنیا کو روشناس فرمایا۔ لوگوں کے کردار، افکار، عقائد اُن کی معاشرت، معیشت، سیاست غرضیکہ تہذیب و تمدن اور تمام غلط اقدار کو بدل کے رکھ دیا اور یوں بدل دیا کہ اُن کی کایا ہی پلٹ گئی۔ نہ صرف پورے جزیرۂ عرب کی کایا پلٹ دی بلکہ پوری دنیا کے لئے رشد و ہدایت کی وہ ابدی قندیلیں بھی روشن کر دیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کو عدل و انصاف، امن و سکون اور عافیت کی راہ دکھاتی رہیں گی۔

بھوشن پران میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے

؎ نہج البلاغۃ : امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

"اے دیوتاؤ! شمبھل گرام میں یہ کشب پیدا ہوگا وہ وشنو ایشیا کے نام سے مشہور ہوگا۔ وشنو کیرتی ان کی چہیتی بیوی ہوگی۔" [1]

یعنی وہ پیغمبر عرب میں پیدا ہوں گے اور رسول اللہ کے نام سے مشہور ہوں گے ان کی چہیتی بیوی کا نام خدیجۃ الکبریٰ (وشنو کیرتی) ہوگا۔"

ایک سمرتی میں لکھا ہے کہ کلنکی اوتار (یعنی دنیا کا سب سے بڑا اوتار) کی جائے پیدائش کی نشانی یہ ہے کہ اس ملک میں دست آور پتی بہت ہوتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ "سنا مکی" جس کی خاصیت یہی ہے کہ مکہ مکرمہ میں کثرت سے پیدا ہوتی ہے اس مفہوم کی عبارت ہندوؤں کی مقدس کتب میں اور بھی کئی جگہوں پر لکھی ہیں۔ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے:-

"زمین کے بیچوں بیچ سورج کی طرف "بڑے خاندان میں خدا کا اوتار ہوگا اس ملک کا پتہ یہ ہے کہ وہاں دست لانے والی پتی ہوگی۔ لوگ اس کے وسیلے سے پاک ہوں گے۔ گناہوں سے نجات حاصل کریں گے اس کا دامن پکڑ کر بڑے دریا کے پار اتریں گے۔ اس سرزمین پر جہاں پہلا لڑکا خدا کے قدموں کو چھو کر ظہور کریگا۔ ان پہاڑوں پر گھاس نہ ہوگی۔ اس کا قول یہ ہوگا کچھ دیا کرو نہیں تو لڑو یا ہماری بات مانو، خدا کا نام ہوگا۔ اس کے پاس وہ ایک دفعہ خدا کے پاس جائے گا پھر اتریگا کاٹنے والا گنا ہوں کا۔" [2]

اس عبارت کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ زمین کی ناف (مکہ) جہاں سنا مکی کی بوٹی پیدا ہوتی ہے۔ وہاں ایک عالی وقار پیغمبر کا

---

[1] بھوشن پران حصہ چار پرتی سرگ پروباب ۲۵ ص ۷۹۵ اشلوک ۸ تا ۱۰

[2] پستک بھاردروں کا دسواں اسکند (سمرت وسما اسکنت) بحوالہ پیغمبر اعظم

ظہور ہوگا جن کے وسیلے سے لوگوں کو گناہوں سے نجات ملے گی اور ان کے پیروکار سمندر پار کے علاقے تسخیر کریں گے اور انہیں بارگاہِ الٰہی میں حاضری (یعنی معراج) کی سعادت حاصل ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعوتِ حق اس طرح دیں گے کہ اسلام قبول کر دیا جزیہ دو اور ہم تمہاری حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں۔

اس تحریر سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ زیرِ غور شخصیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے آپؐ کے صحابہؓ نے سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران میں پرچم اسلام لہرایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بھی شخص دنیا و آخرت میں حقیقی اور دائمی کامیابی چاہتا ہے تو اس کی ضمانت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی سیرتِ پاک سے مل سکتی ہے اور آپ ہی کے ذریعے سے اہلِ ایمان کو ابدی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :-

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔[1]

"سو جو لوگ اس نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ایمان لائیں ان کی حمایت کریں، ان کی مدد کریں اور اس روشنی (قرآن) کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کی گئی ہے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ خالقِ کائنات نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مقامِ محمودیت پر سرفراز کرنے کی خوشخبری اس وقت ہی دے دی تھی جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تبلیغ حق کا آغاز کیا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبردست مخالفت

---

[1] سورہ الاعراف : ۱۵۷

کی۔ وہ آپ کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر ڈٹے ہوئے تھے کہ اللہ نے آپ کو پیشگی خبر دی۔

"اے محبوب! وہ وقت دُور نہیں جب دنیا تمہاری تعریفوں سے گونج اُٹھے گی اور آخرت میں بھی تم ساری خلقت کے ممدوح ہو کر رہو گے۔"

روزِ محشر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقامِ شفاعت پر کھڑا ہونا بھی اسی مرتبہ "محمودیت" کا ایک حصہ ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔[1]

اُمید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں جگہ دے۔

امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور زمانہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے ساری مخلوق سے زیادہ کریم! آپ کے سوا میرا کون ہے جس کے دامن میں ہجومِ مصائب کے وقت میں پناہ لوں۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

آپ وہ محبوب ہیں جن سے شفاعت کی اُمید کی گئی ہے اور ایسے تمام مصائب سے جو بڑے دردناک / خطرناک ہیں سے وہ بچا کر لانے والے ہیں۔

---

[1] سورہ بنی اسرائیل: ۷۹

علامہ ابن کثیر نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا واقعہ رقم کیا ہے۔ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ دوران خطبہ انہوں نے پوچھا

"تم میں سواد بن قارب ہیں؟" خاموشی طاری رہی۔ آئندہ سال آپ نے پھر یہ سوال دہرایا۔ میں نے عرض کیا یہ سواد بن قارب کون ہیں؟ عمر فاروقؓ نے جواب میں فرمایا ان کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ اسی اثناء میں حضرت سواد بھی آ پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا

"اے سواد! اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرو۔"

سواد نے کہا۔

"اے امیر المومنین! میں ہند میں تھا ایک جن میرے تابع تھا ایک شب میں سویا ہوا تھا اس جن نے آکر مجھے خواب میں کہا اٹھو اور میری بات غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ دوڑو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ تین شب تک یہی ہوتا رہا۔ اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی میں اونٹ پر سوار ہوا اور مکہ مکرمہ پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پاس حلقہ بنائے بیٹھے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا۔

"مرحبا بك یا سواد بن قارب قد علمنا ما جاء بك"

اے سواد خوش آمدید! جو تجھے لے آیا ہے ہم اس کو بھی جانتے ہیں

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے چند شعر نظم کیے ہیں اجازت ہو تو پیش کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی۔ انہوں نے قصیدہ پیش کیا۔ ابتدا میں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا پھر بڑے محبت بھرے انداز

میں اپنے ایمان کا اعلان کیا اور کہا :-

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ
وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے۔

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً
اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ

اے بزرگوں اور پاکبازوں کے فرزند! تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں زیادہ قریب ہے۔

فَمُرْنَا بِمَا يَاْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ
وَاِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

جو وحی آپ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے ہم آپ کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ تعمیل حکم میں ہمارے بال سفید ہو جائیں۔

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ
سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، اس روز سواد بن قارب کی شفاعت فرمائیں جبکہ آپ کے بغیر کسی کی شفاعت سواد کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی

ایمان و یقین ، عشق و محبت سے یہ اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس دیئے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور مجھے فرمایا :-

" اَفْلَحْتَ يَا سَوَادُ "

" اے سواد ! تو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا۔ "

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں اس واقعہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ ؎

وَاَنْتَ شَفِیْعٌ یَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَۃٍ
بِمُغْنٍ کَمَا اَثْنٰی سَوَادُ ابْنُ قَارِبٍ

آپ قیامت کے روز جب کہ کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت نفع نہیں دے گی اس روز شفاعت فرمائیں گے جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوگی جس طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا گستری کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفرِ معراج پر لے جایا گیا۔ قرآن پاک میں ہے:۔

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گئی تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔ ؎۲

ہندو مت میں تاریخی ادبی اور مذہبی لحاظ سے "رامائن" کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ دنیا کی مشہور ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اس سے رزمیہ دور کے آریاؤں کی مذہبی سیاسی اور معاشرتی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

"رامائن" کے متعدد نسخے ہیں جن میں سب سے زیادہ اہمیت "بالمیک" کی رامائن کو حاصل ہے۔ رامچندر جی کی داستان "رامائن" اردو نثر میں بھی بہت سے مصنفین

۱؎ قصیدہ اطیب النغم صفحہ ۱۵۹-۱۶۱ اردو ترجمہ پیر محمد کرم شاہ الازہری

۲؎ سورہ بنی اسرائیل ۱

نے لکھی ہے:-

رامائن میں گوشائیں تلسی داس کو بڑی اہمیت حاصل ہے جس میں رامچندر کے جنگل میں قیام، یادِ الٰہی، غریبوں کی آہ، نیکی کی ہدایت، وصلِ الٰہی جیسی کیفیات کا ذکر بڑی خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا ذکر تلسی داس نے یوں کیا ہے:-

تلسی اس سنسار میں کر لیجئے دو کام
دیوے کو ٹکڑا بھلا لیوے کو ہر نام

یعنی اے تلسی اس دنیا میں دو کام کر جا اور وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کر اور بھوکوں کو کھانا کھلا۔

گوشائیں تلسی داس جی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے

یہاں میں کچھ بات راکھوں — وید پران ست مت بھاکھوں
دیس عرب بھرکتا سہائے — سو تھل بھوم کت ستو کوک رائے
سمجھو مت ۔۔ تاکر ہو تمے — سندرم ادیس تھتھ سوئی
سمت بکرم کی دو رانگا! — مہا کوک نس چہتر تنگا
راج نیت بھو پریت دکھائے — آپن مت سب کو سمجھائے!
جتر سندرم ست چاری — تنکی بنس ہوئی بھوبھاری
تب لگ سندرم چیھے کوئی — بنا محمد بنا پار نہ ہوئی
تب ہوئے سنگ لنگ اوتار — مہدی کہے سکل سنسارا

سندرم تمام پھر نہیں ہوئے
تلسی بچن ست مت کوئے ۱؎

۱؎ پوتھی راما سنگرام کھانڈ ۱۲ اسکنڈ ۶۔ حاشیہ سر بھاکا۔ گوشائیں تلسی داس جی۔

یعنی جو ویدوں اور پرانوں میں لکھا ہے وہی لکھوں گا۔ طرفداری اور جانبداری میں کچھ نہیں لکھوں گا۔ دیس عرب میں ایک خوش نما ستارہ ہوگا۔ اچھی شان کی زمین ہوگی اس سے معجزات کا ظہور ہوگا بکرمی سمت سے ساتویں صدی (بکرمی) میں وہ اس طرح پیدا ہوگا جیسے چودھویں رات میں چاند بہت عمدہ حکمرانی کرے گا۔ اپنا عقیدہ (دین) سب کو سمجھائے گا۔ اس کے چار خلفاء ہوں گے اور اس کی نسل سے بڑا رعب پیدا ہوگا اس کے دین کے جاری ہونے سے جو کوئی خدا تک پہنچنا چاہے گا وہ بغیر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے پار نہ ہوگا پھر ایک کامل شخص ہوگا (اسی کی اولاد سے) جسے "تمام دنیا" "مہدی" کہے گی اس کے بعد پھر ولادت نہ ہوگی یعنی وہ قرب قیامت آئیں گے تلسی داس سچ کہتا ہے۔"

پنڈت وید پرکاش جی اپنی کتاب "کلکی اوتار اور محمد صاحب" میں رقمطراز ہیں

"گیتا وید" پرانوں کی تحقیق کے مطابق جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے آخری نبی ہیں اسی طرح ہندوؤں کے آخری اوتار بھی تھے۔"

ہندو مت میں آخری اوتار کی جو خصوصیات بتائی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) پرانوں میں آخری اوتار کی سواری گھوڑا بتائی گئی ہے۔ وہ گھوڑا تیز رفتار ہوگا۔ اس گھوڑے کی صفت میں "دیودت" نام آیا ہے یعنی دیوتا کا عطیہ [۱]

(۲) آٹھ الٰہی صفات سے آراستہ ہوگا

(۱) علم و دانائی۔

---

[۱] بھگوت پران حصہ ۱۲ باب ۲ اشلوک ۱۹۔

۲. عالی نسبی

۳. نفس پر قابو یافتہ

۴. حامل وحی

۵. طاقتور، بہادر

۶. کم سخن

۷. صدقہ خیرات کرنے والا

۸. شکر گزار اور احسان مند

(۳) دنیا کا محافظ "جگت پتی" یعنی معلم عالم [۱]

(۴) آخری اوتار کی سب سے بڑی صفت یہ ہوگی کہ وہ بدکاری ہی کو مٹائیں گے اچھے لوگوں کو نہیں۔ [۲]

(۵) آخری اوتار کے چار مددگار ہوں گے جو ہر طرح کی حمایت کریں گے [۳]

(۶) جنگ میں اُن کی مدد کے لئے دیوتا (فرشتے) بھی آسمان سے اُتریں گے۔ [۴]

(۷) آخری اوتار کا جسم پُر نور ہوگا اس جیسا پُر نور کوئی دوسرا اوتار نہ ہوگا [۵]

(۸) آخری اوتار کے جسم سے خوشبو نکلے گی جو ہوا میں مل کر لوگوں کے دلوں کو نرم کرے گی۔ [۶]

(۹) آخری اوتار معاشرے کی عظیم اصلاح کریں گے [۷]

(۱۰) آخری اوتار کی پیدائش شمبھل کے خاص پیروہت "وشنو یش" کے

---

[۱] بھگوت پران حصہ ۱۲۔ باب ۲ اشلوک ۱۹

[۲] ایضاً ۔

[۳] ایضاً۔ [۴] کلکی پران باب ۲ اشلوک ۷۔ [۵] کلکی پران باب ۲ اشلوک ۵۔

[۶] ایضاً۔ [۷] ایضاً۔

یہاں ہوگی اور ان کی والدہ کا نام "سومتی" ہوگا۔ [1]

ان کی خصوصیات کا جائزہ شق وار پیش ہے

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر سواری فرماتے۔ آپ کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے براق گھوڑا لے کر آئے جس پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر معراج پر گئے۔ [2]

(۲)

۱. **علم و دانائی** :- یہ آپ کی نمایاں، امتیازی اور بے مثل خصوصیت تھی علم و دانائی کے بیشمار واقعات کتب سیرت و تاریخ میں درج ہے۔

۲. **عالی نسبی** :- آپ قریش کے خاندان بنی ہاشم میں پیدا ہوئے جو بیت اللہ (خانہ کعبہ) کے محافظ تھے۔ تمام قبائل میں ان کو عزت و تکریم حاصل تھی۔

۳. **ضبط نفس** :- یہ صفت حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

۴. **حامل وحی** اللہ رب العزت اپنے جس بندے کو نبوت و رسالت کے منصب پر سرفراز فرماتا ہے اس کے ساتھ وہ دنیا میں براہ راست ہم کلام نہیں ہوتا بلکہ وہ پیغام رسانی کے لئے حسب ذیل صورتیں اختیار فرماتا ہے

I. وحی کے ذریعہ سے

II. پردے کے پیچھے۔

---

[1] کلکی پران باب ۲ اشلوک ۴-۱۱ [2] مسلم شریف روایت حضرت انس رض

(iii) کسی رسول (فرشتہ) کے ذریعے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تینوں طریقوں سے پیغام دیا گیا۔ سب سے پہلی وحی آپ پر غارِ حرا میں نازل ہوئی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں تلاشِ حق میں خلوت نشینی اختیار کر لی تھی۔ غارِ حرا میں جو وحی نازل ہوئی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ[1]

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے

(۵) طاقتور ، بہادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت بھی مشہور و معروف بلکہ لاثانی ہے۔ حضور ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنی ذات سے بے نیاز ہو کر میدانِ جنگ میں اپنے ساتھیوں کی قیادت فرماتے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ اپنے لشکر میں گھوم پھر کر اپنے ساتھیوں کو ہمت و جرات دلاتے۔ ثابت قدمی اور بہادری سے لڑنے کی تلقین فرماتے۔ آپ کی شجاعت و بہادری کو دیکھ کر آپ کے ساتھی بھی بے خوف و خطر ہو کر دادِ شجاعت دیتے تھے۔

(۶) کم سخن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی تحمل اور اطمینان کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے آپ آہستہ آہستہ ، ٹھہر ٹھہر کر اور بڑی خوبی کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ آپ کی گفتگو میں اتنا ٹھہراؤ ہوتا ، وضاحت ہوتی کہ جو بھی سنتا اُسے آپ کی بات یاد ہو جاتی۔ آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ زیادہ تر خاموش رہتے اور کبھی بغیر ضرورت کے بات نہیں کرتے۔ آپ کی گفتگو موتیوں کی لڑی کی طرح ہوتی ہے[2]

---

[1] سورہ العلق ، ۱

[2] شمائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ؒ

صدقہ و خیرات کرنیوالے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت بھی مشہور ہے کہ سائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹا۔

(۸) شکر گزار اور احسان مند

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پوری انسانیت کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے آپ کی حیاتِ طیبہ سراسر قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ ایک طرف قرآن اہلِ ایمان کو پورے کا پورا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف آپؐ نے ایک شکر گزار بندے کی حیثیت سے اپنی زندگی کا عملی نمونہ اہلِ ایمان کے سامنے پیش کر دیا جیسا کہ قرآن میں ہے

"میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور مرنا سب کچھ صرف اس اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا مربی و پروردگار، آقا و مالک اور حاکم و منتظم ہے۔ ان تمام امور میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں مجھے یہی حکم ہے اور سب سے پہلے سرِ تسلیم خم کرنے والا ہوں" [1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ خدا کی بندگی اور شکر گزاری میں بسر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں آپ کو معراج کمال عبدیت سے نوازا۔ فرشِ زمین سے عرشِ معلیٰ تک تمام جہانوں کی سیر کرائی یہ وہ رتبہ ہے جو کسی دوسرے پیغمبر کو تو کیا کسی فرشتہ کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ [2]

[1] سورہ انعام ۱۶۲-۱۶۳ ؛ [2] شیخ سعدی علیہ رحمت ؛

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے معلّم تھے۔ آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے۔

"و انما بعثت معلما" [۱]

یعنی مجھے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے

پھر دنیا نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مختصر سی مدت میں علم و عرفان کے چراغ جلائے۔ حکمت و علم کی شمعیں روشن کیں اور گھر گھر کو تعلیم و تربیت کا مرکز بنا دیا اور آپ نے واضح طور پر فرما دیا۔

۱۔ علم کا حاصل کرنا مسلمان پر فرض ہے [۲]

۲۔ جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے (گھر سے) نکلے، وہ جب تک گھر واپس نہ آجائے، خدا کی راہ میں ہے [۳]

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی تعلیمات اور عمل کے ذریعے برائی کا خاتمہ کیا اور اچھائی کی تلقین فرمائی ایک ایسا صحت مند معاشرہ تشکیل دیا جس کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس کے افراد سادگی کا پیکر اور محنت و مشقت کے خوگر تھے جس میں آقا خادم اور خادم آقا تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔

"نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" [۴]

(۵) آخری اوتار کے چار مددگار یہ بھی آپ پر صادق آتی ہے خلفائے راشدین کی تعداد چار ہی تھی یعنی:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

---

[۱] الدارمی [۲] سنن ابن ماجہ [۳] ابن ماجہ جلد اوّل صہ ۱۹

[۴] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۱۱

۶۔ آپ کی مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اُترے اور شریک جنگ ہوئے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ [۱]

آخر اس سے پہلے جنگ بدر میں اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ اس وقت تم (مسلمان) بہت کمزور تھے۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی مصورِ قدرت کی نزاکتوں اور نفاستوں کی آئینہ دار، جمالیاتی ندرتوں اور حسن کی تمام دلآویزیوں اور رعنائیوں سے عبارت ہے۔ آپ سراپا جمال اور حسن کا پیکر تھے جسے بھی آپ کا دیدار نصیب ہوا اس نے یہ اعتراف کیا کہ آپ جیسا حسین و جمیل نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ ہی آپ کے بعد۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں :-

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اور حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا آپ کے روئے انور سے سورج کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔" [۲]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مبارک چودھویں رات کے چاند سے زیادہ تاباں و درخشاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے منور کو دیکھ کر چاند بھی ماند پڑ جاتا تھا۔

کس کی تجلیوں نے پشیماں کر دیا
کیوں زرد زرد چہرۂ ماہِ تمام ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق و مہربان چچا جناب ابوطالب نے آپ کی

---

[۱] سورہ آل عمران : ۱۲۳ [۲] شمائل رسول ، شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ص

تعریف میں کیا خوب کہا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
شمال الیتامی عصمۃ للارامل[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس ایسا روشن اور تاباں ہے کہ تشنہ لب اس سے سیرابی حاصل کرتے ہیں جو یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے

حضور سرورِ کائنات کے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کی شان میں یہ شعر پڑھا:۔

امین مصطفٰی للخیر یدعو
کضوء البدر زایلہ الغمام[2]

آپ امین ہیں، مصطفٰی ہیں لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں اور چاند کی ضیا ہیں جس سے تاریکی چھٹ جاتی ہے

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس گلی اور کوچے سے گزر جاتے تھے دیر تک اس میں مہک رہتی اور فضائیں بتاتی تھیں کہ:

ع گزر گیا ہے اِدھر سے وہ کاروانِ بہار

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے کبھی کوئی عطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کی خوشبو سے زیادہ اثر آفریں نہیں پایا۔

ع گلاب و مشک کی آتی تھی بو اُن کے پسینے میں

(۹) آخری اوتار معاشرے کی اصلاح کریں گے یہ بشارت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتی ہے۔

---

[1] شمائل رسول، شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ص/

[2] شمائل رسول، شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ص/

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا ہدایت ہیں۔ آپ دنیا کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سورج ہیں، سکونِ قلبی اور اطمینانِ ذہنی کا چاند ہیں، بھٹکے ہوئے قافلوں کے لئے روشنی کا مینار ہیں، گم کردہ مسافروں کے لئے بانگِ درا ہیں۔ آفت زدہ انسانوں کے لئے امن کا شہر ہیں، زخمی انسانیت کے لئے مرہمِ شفا ہیں، ابلیس کی جفا کاریوں سے تباہ حال لوگوں کے لئے دستِ مشکل کشا ہیں، کچلی ہوئی پس ماندہ مخلوق کے لئے تعاون و دست گیری کا ذریعہ ہیں، آپ کی تعلیمات کی روشنی اوہام دنیا کے تاریک جنگلوں اور بھیانک ویرانوں میں وہ صراطِ مستقیم ہے جو انسانیت کے قافلے کو خیریت اور سلامتی کے ساتھ رضائے مالک کی چوکھٹ پر لے جاتی ہے اب آپ ہی سلامتی کا واحد راستہ ہیں۔ آپ تنہا روشنی ہیں آپ ہی مالک کے راستے کے واحد رہنما ہیں۔ آپ ہی منزل تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہیں۔ اگر آپ کا دامن ہاتھ میں ہے تو انسان رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے اور اگر آپ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو رضائے الٰہی منزلوں دور ہو جاتی ہے[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن حالات میں معاشرہ کی اصلاح کی وہ بڑے پر آشوب حالات تھے جس ملک سے آپ نے اصلاح کا آغاز فرمایا وہاں نہ کوئی حکومت تھی نہ نظام لوگ جنگ جو، تند خو، متکبر، نیکی کے تصور سے عاری، اخلاق کے دشمن، بتوں کے شیدائی اور مذہب کے بری تھی۔ آپ نے سب سے پہلے ان گمراہی کے پتلوں کو، جہالت کے مجسموں کو اور فتنہ و فساد کے پیکروں کو توحید کا علمبردار بنایا نیکو کاروں کا امام بنایا، دلوں کو مسخر کرنے والا اور ملکوں کو فتح کرنے والا بنایا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم تدریس، دعوت و تبلیغ سے ایک عظیم معاشرہ کی بنیاد پڑی۔

---

[1] رسول اکرم کی حکمتِ انقلاب ص ۱۰۱ مولانا سید اسعد گیلانی

مشہور مستشرق پروفیسر ایم اے جی لیونارڈ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کا تذکرہ ان شاندار الفاظ میں کیا ہے ۔

• حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہایت درجہ کے مخلص صادق، اور عظیم ترین انسان ہیں۔ آپ ایک عظیم قوم کے بانی، ایک عظیم سلطنت کے فاتح معمار اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک عظیم مذہب کے راہنمائے عظیم ہیں۔ آپ اپنی اُمت پر رؤف ورحیم اپنے آپ پر مہربان اور اپنے پروردگار کے سچے پرستار تھے۔ آپ نے اپنے ماننے والوں کو تاریکی کی پستیوں سے نکال کر نور وصداقت کی انتہائی اونچی چوٹیوں پر متمکن کیا۔ ؎

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش شمبھل بتائی گئی ہے۔ اس کے معنی ہیں امن کا گھر۔ آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی جو دارالامن یعنی امن کا گھر ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ کی پیدائش "وشنو یس" کے یہاں ہوگی۔ اس کے معنی ہیں "اللہ کا بندہ" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا نام "عبداللہ" تھا اس کے معنی بھی یہی ہیں یعنی "اللہ کا بندہ" ان کی والدہ کا نام "سومتی" ہوگا۔ سومتی کے معنی ہیں "امن والی" "اچھے برتاؤ والی" آپ کی والدہ ماجدہ کا نام "آمنہ" تھا جس کے معنی ہیں "امن والی"۔

ان تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ "کلکی اوتار" کی علامات میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پوری طرح مناسبت اور یکسانیت ہے اس لیے ثابت ہوگیا کہ ہندوؤں کی کلکی اوتار یعنی آخری اوتار سے مراد اللہ کے آخری نبی حضرت

؎ اسلام کی اخلاقی اور روحانی اقدار، پروفیسر ایم اے جی لیونارڈ ۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہی ہے۔

پنڈت وید پرکاش کے مطابق کتاب "کلنکی اوتار اور محمد صاحب" لکھنے کی وجہ بھی یہ تھی کہ انھیں ان کے ضمیر کی آواز نے مجبور کیا کہ ہندو مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے فسادات جو اکثر ہوتے رہتے ہیں اور ان کو دھرم کے عین مطابق سمجھا جاتا ہے۔ یہ نہایت شرمناک اور خدا کو ناراض کرنے والی چیز ہے میرا کام صرف سچائی کو پہنچا دینا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے جن "احمد" کی پیشین گوئی کی تھی اور وید بیاس جی نے جن کلنکی اوتار کا تفصیلی ذکر کیا ہے اُن کی گواہی دینا میرا کام ہے عیسائی مانیں نہ مانیں لیکن ہندو انھیں ضرور مانیں گے۔ ؎ [1]

ہندوؤں کی ایک اور مقدس کتاب "بھوشک اوتران" میں سری بیاس جی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ، آپ کی عظمت اور معجزات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"آنے والے زمانہ میں "مہامت" پیدا ہوگا اس کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کے سر پہ بادل سایہ کرتا ہوگا اور اس کے جسم کا کوئی سایہ نہ ہوگا وہ دنیا کے لئے کوئی تلاش نہیں کریگا۔ اس کی تمام تلاش دین کے لئے ہوگی جو بھی کچھ اُسے ہاتھ آئے گا اُسے خدا کی راہ میں دے دیا کریگا اپنی زندگی میں اس کا طریقہ کم کھانے کا ہوگا۔ عرب کے سرداران اس کے دشمن ہوں گے لیکن وہ خود خدا کا محبوب ہوگا۔ قادر اور توانا خداوند تعالےٰ اس کی طرف تیس کتابیں (یعنی سیپارے) بھیج دے گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہوجائے گا کہ آپ اس بشارت کا مظہر ہیں۔ ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں میں

---

[1] پیغمبر اعظم جلد دوم ۔ مولانا طاہر حسن امروہی

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک بڑی تفصیل سے درج ہے اُن کے اپنے رشیوں اور اوتاروں نے بھی یہی کہا۔

" ہنا محمدؐ بنیا پادنہ ہوئیے۔"

اور آج بھی ہندو رہنما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ بقولِ گاندھی جی۔

" اسلام اپنے انتہائی عروج کے زمانہ میں تعصب اور ہٹ دھرمی سے پاک تھا۔ اسلام نے تمام دنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا جب مغرب پر تاریکی اور جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اس وقت مشرق سے ایک ستارہ نمودار ہوا۔ ایک روشن ستارہ جس کی روشنی سے ظلمت کدے منور ہو گئے۔ اسلام دینِ باطل نہیں ہے ہندوؤں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ وہ میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایمان، اتقان، ایثار اور اوصافِ حمیدہ تھے۔ ان صفات نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا نیز یورپی اقوام، جنوبی افریقہ میں اسلام کو سرعت سے پھیلتا دیکھ کر خوفزدہ ہیں۔ اسلام جس نے اندلس کو مہذب بنایا۔ اسلام جو مشعلِ ہدایت کو مراکو تک لے گیا۔ اسلام جس نے اخوت کا درس دیا۔ جنوبی افریقہ میں یورپی اقوام محض اس لئے ہراساں ہیں کہ وہ جانتی ہیں کہ اگر اصل باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تب وہ مساوی حقوق کا مطالبہ کریں گے اور لڑا کریں گے اگر اخوت گناہ ہے؟ تب ان کا خوف راستی پر مبنی ہے میں نے خود دیکھا ہے زولو عیسائیت قبول کرنے پر بھی عیسائی

حقوق حاصل نہیں کر سکا لیکن جونہی وہ حلقہ بگوش اسلام ہوا مسلمانوں کے سا
اس کا رابطہ اتحاد پیدا ہو گیا۔ یورپ اس اتحادِ اسلام سے خائف ہے
جگن ناتھ آزاد کہتے ہیں :-

ے
مبارک ہو زمانے کو ختم المرسلین آئے
سحابِ رحم بن کر رحمت للعالمین آئے

لیکن ان سب عقیدتوں، حقائق کو جاننے، سمجھنے کے باوجود ہندو
کفر و شرک میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے اوتاروں سری مہادیو جی، سری بیاس جی
اور سری تلسی جی کی تعلیمات پر عمل کر لیں جن کا اعلان ہے :-

ے
بنا محمد نیا پار نہ ہوئے

تو ایک انقلاب عظیم برپا ہو جائے۔ دنیا میں ہر طرف امن و آشتی ہو
جائے۔

---

[1] محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں ص ۶۸-۶۹ از مولانا محمد حنیف یزدانی

بشارات

بُدھمت

ہندوستان بلکہ ایشیائے قدیم کا سب سے وسیع مذہب بدھ مت ہے اس کے بانی کا اصل نام "سدھارتا" ہے جس کے معنی ہیں نیکوکار، گوتم بدھ اور ساکیا منی اُن کے القابات تھے۔ گوتم بدھ کے نام سے مشہور ہوئے۔

بدھ مت، ہندو مت کے نظام معاشرت کے ردِ عمل کے طور پر وجود میں آیا۔ بدھ مت سے قبل ہندوؤں کے ہاں دیوی دیوتاؤں کی کثرت تھی۔ ہر شخص اپنی پسند کا دیوتا چن لیتا تھا اور کائنات کی ہر شئے معبود تھی ہر طبقہ کا مندر الگ تھا اور ایک طبقے کا شخص دوسرے کے مندر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ معاشرے کو چار ذاتوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا برہمن کو ہندو مت میں سب پر فوقیت تھی اگر کوئی برہمن کسی بھی ذات کی عورت کا ہاتھ پکڑ لیتا تو وہ اس کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ بدھ مت نے انسانوں کے درمیان تفریق کے خاتمے کا اعلان کیا۔ برہمن اور شودر کو ایک ہی مقام پر لا کھڑا کیا۔ بدھا کی تعلیمات کو عوام نے دل و جان سے قبول کیا اور برہمنوں کے علاوہ دوسری ذاتوں کے افراد کی اکثریت بدھ مت میں بھاری تعداد میں داخل ہوتی چلی گئی یوں بدھ مت کو عروج حاصل ہوا۔ ایک اور چیز جس نے اس مذہب کو عوام میں بہت مقبول بنایا۔ وہ اس کی تبلیغ تھی۔ گوتم بدھ کے پیروکار باقاعدہ بدھ مذہب کی تعلیم حاصل کرتے اور مبلغ کی حیثیت سے بدھی تعلیمات دوسرے ممالک اور برصغیر کے کونے کونے میں پہنچاتے

اور لوگوں کو قائل کر کے انہیں مذہب میں شامل کرتے۔

ہندوستان میں راجہ اشوک اور راجہ کنشک کے عہد میں بدھ مت کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا اور ان دونوں حکمرانوں نے اس کی بھرپور سرپرستی کی اشوک نے اپنے دور حکومت میں بدھ مت کی آٹھ ہزار چار سو خانقاہیں بنوائیں۔ مختلف ممالک میں مبلغ بھیجے اور بدھ مت کا سلسلہ وسیع بنیادوں پر پھیلایا۔ اشوک کے بعد راجہ کنشک نے بدھ مت کی ترویج و اشاعت بھرپور انداز میں کی۔ اس نے بدھوں کی ایک کونسل بنائی اور بدھ مت پر مفصل اور مفید کتب لکھوائیں۔

گوتم بدھ ۵۶۰ ق م میں پیدا ہوئے اور اسی سال کی عمر میں ۴۸۰ ق م میں اس دنیا سے رخصت ہوئے[۱] گوتم بدھ کے پرستار آج بھی دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بھوٹان، برما، سیلون، تبت، چین، جاپان اور تھائی لینڈ میں ان کی اکثریت ہے۔ آج بدھ مت تقریباً پچیس کروڑ انسانوں کا مذہب ہے۔ بدھوں کے پاس کوئی مقدس کتاب نہیں جو کچھ بھی ہے، وہ گوتم بدھ کے مکالموں اور خطبات کی صورت میں ہے۔ بدھا کی ابتدائی تعلیمات زیادہ تر اخلاقیات تک محدود تھیں جو انہوں نے مختلف اجتماعات میں بیان کیں اور ان کے یہ اقوال سینہ بہ سینہ چلتے رہے۔ بدھا کی رحلت کے اٹھائیس سال بعد بدھی تعلیمات کے دو مجموعے "ستر پٹیکا" اور "ونایا پٹیکا" تیار کئے گئے بعد میں ایک اور مجموعہ "دھرم پٹیکا" مرتب کیا گیا ان تینوں مجموعوں کو تری پٹیکا کہا جاتا ہے۔

---

[۱] ایک روایت یہ ہے کہ بدھ ۵۶۶ ق م میں پیدا ہوئے اور ۴۸۶ ق م میں انتقال کر گئے۔ بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ از چوہدری غلام رسول

"ستراپٹیکا" گوتم بدھ اور اس کے چیلوں کے اقوال پر مشتمل ہے جب کہ ونایا پٹیکا میں اخلاقی ضوابط کا ذکر ہے۔

گوتم بدھ کے بارے میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ جب ان کا وقت رحلت تھا تو ان کے ایک شاگرد خاص نے ان سے عرض کیا کہ ان کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا؟ اس کے جواب میں بدھا نے فرمایا۔

"نندا! میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا۔

نہ میں آخری بدھ ہوں

اپنے وقت پر دنیا میں ایک بدھ آئے گا۔

پوتر، سندر، ہر دے والا، کرم کار، بے مثال

جو زندگی کے حقائق میں ظاہر کرتا ہوں وہ بھی ظاہر کرے گا۔

اور

میری طرح ایک مکمل نظریۂ حیات کا پرچار کریگا۔

نندا نے کہا

ہم اس کو کس طرح پہچانیں گے ؟

بدھا نے فرمایا۔

"وہ میتریا کے نام سے موسوم ہوگا۔ [1]

"میتریا" سنسکرت کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں دوستی، خیر خواہی، رحم والا محبت والا، ہمدردی والا، شفقت والا اور رحمت والا یہ تمام صفات ہادی اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔

---

[1] اقتباس اخبار لیڈر الہ آباد ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک لقب "رحمت والا" ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی کیا ہے۔

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ [1]

اور ہم نے (اے محمدؐ) آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضور سرورِ کائنات ہی پوری انسانیت کے ہادی، رہنما اور خیر خواہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ [2]

اور یقیناً آپؐ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔

گوتم بدھ کی پیشین گوئی میں جو الفاظ ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح صادق آتے ہیں نیز مکمل نظام حیات آپ ہی نے دیا جبھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقوام عالم کو وہ پیغام دے چکے جس سے ان کی دنیوی اور اُخروی فلاح وابستہ تھی اور یہ پیغام مکمل نظام حیات کی صورت میں تھا تو یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ۝ [3]

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور آپ پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

چنانچہ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ ہی انسانیت کا کامل ترین

---

[1] سورۃ الانبیاء: ۱۰۷ [2] سورہ الشوریٰ ۵۲ [3] سورہ المائدہ: ۳

نمونہ پیش کرنے والی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کسی ایک ہی شعبہ زندگی کی راہنمائی نہیں کرتی بلکہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے خواہ فکر و نظر ہو یا عقیدہ وخیال، تہذیب و تمدن ہو یا سیاست و معیشت، قانون و عدالت ہو یا صلح و جنگ ملکی معاملات ہوں یا بین الاقوامی تعلقات، غرضیکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور گوشوں میں ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک ہی راہنمائی کرتی ہے اور تا قیامت کرتی رہے گی اس لئے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت جملہ اقوام کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ کتاب (قرآن) بغیر کسی تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ قرآن پاک کی تشریح و توضیح کر رہی ہے جب کہ آپ کی تعلیمات روز ازل کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ دین کی تکمیل ہو گئی تو ایک ہی ذات مقدس تو ہے جس کی تعلیمات پر عمل کر کے ہم راہ نجات پا سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ [۱]

اور آپ کی سیرت میں ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت ہے یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جسے اہل ایمان کے لئے قابل تقلید نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ آپ ہی کی سیرت کیونکہ روز محشر تک باقی رہنے والی قرار پائی ہے اس لئے اب آپ کی محفوظ، جامع اور کامل ترین سیرت پاک کی موجودگی میں کسی نئے نبی کے آنے کی بھی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہی۔

---

[۱] سورۃ الاعراف: ۱۴۵

ارشادِ خداوندی ہے :-

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ ۱؎

"وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں"

علامہ سیّد محمود آلوسی کے مطابق

"حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن وسنت نے کی ہے جس پر اُمت کا اجماع ہے" ۲؎

حضرت علی المرتضیٰ ؑ کا فرمان ہے :-

"رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، اللہ تعالیٰ کی وحی کے امانت دار سلسلۂ نبوت کو ختم کرنیوالے، اس کی رحمت کا مژدہ سنانے والے اور اس کے عذاب سے ڈرانیوالے ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپؐ پر وحی کا سلسلہ ختم کیا" ۳؎

خود ہادیِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمانِ مبارک ہے

"رسالت ونبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی"۔ ۴؎

گوتم بدھ کے ایک پیروکار نے بدھ سے کہا۔

"اے آقا! آپ جیسا عارف دنیا میں کوئی نہیں ہے، نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہو گا۔"

یہ سن کر بدھا نے جواب دیا

"اے ساری پُتر! تم مبالغہ کرتے ہو۔ تم اُن تمام ہادیوں کے بارے

۱؎ سورۃ الاحزاب : ۴۰۔ ۲؎ کتاب روح المعانی : علامہ سیّد محمود آلوسی
۳؎ نہج البلاغۃ خطبات امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ؛ ۴؎ ابن ماجہ بروایت حضرت انس بن مالک

ہیں کہ جو پہلے ہو چکے ہیں یا جو آئندہ پیدا ہوں گے یا جو اب موجود ہیں، کیا جانتے ہو؟ صرف لاعلمی کی وجہ سے تم میری اس قدر تعریف کرتے ہو۔" لے

یہ کہہ کر بدھا نے کہا

"میں ہی ایک بدھ نہیں ہوں جو زمین پر مبعوث ہوا ہوں اور نہ میں آخری بدھ ہوں۔ وقت مقررہ پر ایک دوسرا بدھ دنیا میں مبعوث ہوگا۔" ٢ے

گوتم بدھ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک واضح پیشین گوئی ان الفاظ میں یوں کی ہے:۔

"اس وقت دنیا میں ایک اعلیٰ ہستی مبعوث ہوگی اس کا نام برگزیدہ میتریا ہوگا۔ کامل معرفت والا، حکمت، نیکی اور سرور مطلق والا، تمام عالمین کا عالم بے نظیر، ہدایت کے متمنی لوگوں کا ہادی، ملائکہ اور انس کا معلم ایک بدھ اعظم جیسا میں اس وقت ہوں وہ خود کامل طور پر جانے گا۔ دیکھے گا گویا کہ یہ کائنات اس کے روبرو اپنی ساری ارواح علویٰ، جن و شیاطین، برہمنوں، کشتریوں، ویشوں کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ میں برای العین اسے دیکھ اور جان رہا ہوں۔ صداقت اپنی اصل پیاری کامل اپنی اٹھتی ہوئی خوبصورتی میں ہوگی اور اعلیٰ زندگی کی معرفت مع اپنے کمال و صفائی اعلیٰ روح اور الفاظ دونوں کی وساطت

لے بدھ دیوجی کی سوانح عمری حصہ دوم ص۱۲۵

٢ے گاسپل آف بدھ ص۲۱۷ از کاروس دبحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص۲۶۶)

سے ظاہر کی جائے گی جیسا کہ میں اب ظاہر کرتا ہوں اُس کے ساتھ ہزاروں مجاہد کی جماعت ہوگی جیسا کہ میرے ساتھ چند سو کی جماعت ہے" [1]

اس پیشین گوئی میں جتنی بھی خصوصیات بیان کی گئی ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتی ہیں جہاں تک لفظ میتریا کا تعلق ہے مختلف کتابوں میں اس کا تلفظ مختلف ہے لیکن اس کے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔ لفظ میتیا، میتیہ، میترییا، میتری اور میتریا کے معنی ہیں معرفت، حکمت، نیکی و حلم، تعلیم و ہدایت میں کمال رکھنے والا، مخلوق سے ہمدردی، محبت، شفقت سے پیش آنے والا، ان کی خیرخواہی چاہنے والا، یہ تمام صفات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ قرآن پاک گواہی دے رہا ہے :-

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ
وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ
لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ [2]

یہ اللہ کی رحمت ہے (جو اے نبیؐ) آپؐ اُن کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر آپؐ سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو (یہ لوگ کبھی کے) آپؐ کے پاس سے جدا ہو گئے ہوتے ۔

---

[1] بدھ کی کتب مقدسہ جلد ۴ صفحہ ۴۲-۱۴۳ بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۸۰
[2] آل عمران : ۱۵۹ ۔

بشارات

مذہب زرتشت

ایشیا کے قدیم ترین مذاہب میں پارسی مذہب کا شمار بھی ہوتا ہے جس کے بانی جناب زرتشت تھے جن کا نظریہ یہ تھا کہ دنیا کا خالق ایک نہیں دو ہیں۔ ایک خدائے خیر اور دوسرا خدائے شر، خدائے خیر" شر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور خدائے شر کو خیر سے کوئی سروکار نہیں۔

زرتشت آذربائیجان میں پیدا ہوئے ان کے زمانہ کے بارے میں محققین میں شدید اختلاف ہے۔ کچھ کے نزدیک زرتشت کا زمانہ چھ ہزار سال قبل مسیح ہے اور کچھ کے نزدیک ایک ہزار سال قبل مسیح۔ موجودہ تحقیق کے مطابق وہ ۶۶۰ سنہ ق م میں پیدا ہوئے اور ۵۸۶ سنہ ق م میں ان کا انتقال ہوا۔ [۱] جب کہ کچھ مورخین کا کہنا ہے کہ زرتشت گوتم بدھ کے بعد پیدا ہوئے۔

زرتشت کی ابتدائی زندگی عقیدت مندانہ افسانوں میں گم ہے اور تاریخی اعتبار سے یہ کہانیاں ناقابلِ یقین ہیں۔ زرتشت کے والدین زراعت پیشہ تھے وہ بیٹے کو خاندانی پیشہ کرانا چاہتے تھے لیکن زرتشت کسی اور ہی فکر میں تھے۔

---

[۱] مورخین نے آپکی تاریخ وفات پر اختلاف کیا ہے۔ آغا محمد سلطان مرزا نے کتاب فلسفہ اسلام ص ۱۳۵ اور چوہدری غلام رسول کی کتاب مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ ص ۲۹۷ میں ۵۸۳ سنہ ق م لکھا ہے۔

خدمتِ خلق کے ساتھ وہ اسی سوچ میں رہتے کہ یہ مصائب و مشکلات کہاں سے آتی ہیں۔ اسی خیال میں زرتشت نے گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی غاروں میں پناہ لی۔ برسوں کے غور و فکر کے بعد بھی کسی نتیجہ پر نہ پہنچے اور واپسی کا ارادہ کیا۔ واپسی کے وقت آفتاب غروب ہوتا دیکھا یہی ان کے مسئلہ کا حل تھا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جس طرح دنیا کا نظام روشنی اور تاریکی میں منقسم ہے جس طرح تاریکی کے بعد روشنی اور روشنی کے بعد تاریکی آتی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں۔ اسی طرح کائنات کا کاروبار بھی خیر و شر میں منقسم ہے اور یہ عالم ان دونوں کے رحم و کرم پر ہے لہٰذا دنیا کا خالق ایک نہیں دو ہیں خدائے خیر کا نام "اہورامزدا" اور خدائے شر کا نام "انگرامنو" ہے۔

زرتشت نے اپنی تبلیغ کا آغاز زعفار شہر سے کیا۔ شروع میں انہیں کامیابی نہ ہوئی لہٰذا انہوں نے حکمرانوں کی طرف رجوع کیا تاکہ سرکاری سرپرستی میں ان کے نظریات و خیالات پھیل سکیں۔ وہ بلخ کے بادشاہ وشتاسپ کو اپنے حلقۂ اثر میں داخل کر لینے میں کامیاب ہوئے۔ شاہ بلخ کی سرپرستی میں مذہب زرتشت کی اشاعت ہونے لگی۔ زرتشت کے پیروکاروں کا سلسلہ آذربائیجان اور ایران میں پھیل گیا۔ لوگوں کی اکثریت اس طرف مائل ہوتی چلی گئی پھر زرتشت کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں ایران اور ترکی کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور ایک ترکی نے زرتشت کو قتل کر دیا۔

زرتشت کے پیروکار آج بھی بڑی تعداد میں ہیں یہ لوگ اپنے عبادت خانوں میں آگ روشن کر کے اس کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں آگ کو پاکیزگی اور خالص پن کی علامت سمجھا جاتا ہے اور یہ ان کا بڑا دینی مظہر ہے۔ مذہب زرتشت غیر تبلیغی ہے اور کوئی شخص جو پیدائشی طور پر پارسی نہیں وہ اسے نہیں اپنا سکتا۔ جھوٹ بولنا

پارسیوں کے ہاں سب سے زیادہ شرمناک حرکت تصور کی جاتی ہے ان کے ہاں سچائی پاکیزگی اور اعلیٰ اخلاق پر بہت زور دیا جاتا ہے

زرتشت کی تعلیمات پارسیوں کی مشہور زمانہ کتابوں "ژند اوستا" "دساتیر" اور زرتشت نامہ میں ملتی ہیں۔

روایات کے مطابق زرتشت نے پچیس کتب لکھیں جو ایک لاکھ آیات پر مشتمل تھیں اور یہ گائے کے بارہ ہزار چمڑوں پر تحریر تھیں۔ سکندر اعظم نے انہیں تباہ کر دیا۔ بعد میں جب اُس کا دور ختم ہوا تو لوگوں نے مختلف ذرائع سے اس کے بچے ہوئے حصوں کو جمع کیا اور اوستا مرتب ہوئی۔ مختلف ادوار میں اس میں کمی ہوتی رہی۔ موجودہ اوستا، اصل اوستا کا ایک جزو رہ گیا ہے جس کے چار حصے ہیں یسنا، وسپرد، وندیداد اور یاشت، اوستا کے بعد "دساتیر" کو زرتشتی مذہب میں بڑی اہمیت حاصل ہے یہ شرح و قوانین کی کتاب ہے۔

"زرتشت نامہ" اگرچہ ایک پارسی زرتشت بہرام کی تصنیف ہے جسے اس نے ۱۲۷۷ء میں لکھا لیکن پارسیوں کے ہاں اُسے بھی مقدس کتاب مانا جاتا ہے اس لئے کہ یہ زرتشت کے حالات اور ان کی تعلیمات پر مشتمل ایک جامع کتاب ہے۔ اس کتاب میں زرتشت سے منسوب معجزات کا تذکرہ بھی ہے۔

ان کتابوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینِ اسلام کی بشارت اور امامِ زمانہ مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ذکر موجود ہے۔ "ژند اوستا" میں جو پیشین گوئی ہے اس کا مفہوم یہ ہے۔

"عنقریب عرب میں ایک عظیم نبی مبعوث ہوگا۔ اس کا نام سوا شن نبیت (لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا) ہوگا۔ اس کی سب سے بڑی صفت یہ ہوگی کہ وہ استوت اریتا" ہوگا۔ اُسے تمام بنی نوع انسان کی راہنمائی اور

بہتری کے لئے بھیجا جائے گا اور جب اس کی شریعت پر ایک ہزار سے زیادہ عرصہ گزر جائے گا تو اس دین میں ایسی باتیں پیدا ہو جائیں گی کہ یہ پہچاننا مشکل ہو جائے گا کہ یہ دین وہی ہے جو قرنِ اول میں تھا۔[1]

یہ پیشین گوئی ایسی روشن ہے جیسے سورج کی چمک اس کا اطلاق واضح طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک پر ہوتا ہے۔ پیشین گوئی میں "سواشن بنیت" کے معنی ہیں فائدہ پہنچانے والا جبکہ "اشتوت اریتا" کا مطلب ہے تمام قوموں کو یکجا کرنے والا، حامی، مددگار اور دستگیری کرنے والا۔ اُسے تمام بنی نوع انسان کی راہنمائی اور بہتری کے لئے بھیجا جائے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی دعوت کا رُخ پوری انسانیت کی طرف ہے۔ ہر قوم ہر نسل اور ہر علاقہ کے لوگ آپ کی دعوت کے مخاطب ہیں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت میں علاقائیت یا نسلیت نہیں، آپ کی پوری دعوت رنگ، نسل، علاقہ اور زبان کی حدود سے بالاتر ہے جو انسانی برادری کو اخوت، مساوات، اور نظریاتی برابری کے اصولوں پر قائم کرتی ہے آپ کی بعثت تمام نوعِ انسانی کے لئے تاقیامت ہے۔ قرآن میں بڑی تفصیل سے اسے بیان کیا گیا ہے۔

(۱) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ[2]

اے لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس پروردگار کی جس نے تمہیں پیدا کیا

(۲) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ[3]

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا۔

---

[1] (قصص القرآن، از حاشیہ تاریخ ابن کثیر، علامہ فرح اللہ ذکی مصری (محمد پیغمبر اعظم)

[2] البقرہ، ۲۱ [3] سبا، ۲۸

۱۳. تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ؕ[1]

نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس نے یہ فرقان (قرآن) اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہانوں والوں کے لئے خبردار کرنے والا ہو۔

پارسیوں کی دوسری مذہبی کتاب "دساتیر" جو اُن کے نزدیک مستند کتاب ہے اس کے دو حصے ہیں۔

۱. خورد دساتیر

۲. کلاں دساتیر

ان دساتیر کی جلدوں میں سولہ خطوط ہیں جو علیحدہ علیحدہ پارسیوں کے پیشواؤں کی طرف منسوب ہیں اس میں ساسانِ اوّل کے نامہ مبارک میں یہ لکھا ہوا ہے۔

چم چم کا جام کند ہر تواز جیام در تارہ ہتیبال ہلو دچون چنیں (۵۴)

یو ہزار تسام ہو تاک و نیز تاک و مبارک سردم اندکہ از پیروان (۵۵)

بیرن فرشانے تیماد وسیمار وگوار آبادلی جواد ہہ ستا بنید بجائے بیگیر (۵۶-۵۷)

وتدواہند شانے سیمارام مدیدا نتورام ونیفوہ تیواک دشت بام شنما

دو یاز ستانند جائے آتشکدہ ہائے دگرد ہائے ان توس وربلخ وبابا دبابا بزرگ (۵۸-۵۹)

دہرو انام بیر تاسں دہلو رام دم ہتیام دم پدوندو دانان ایران۔ (۶۰)[2]

---

[1] الفرقان ۲۵ : ۱

[2] نامہ شت ساسان نخست آیت ۵۴ بزبان ژند۔

یعنی جب ایرانیوں میں خرابیاں پیدا ہوں گی اور بُرے افعال کریں گے تو عرب میں ایک مردِ کامل (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پیدا ہوگا جن کے پیروکار ایران کے تاج وتخت اور قوانین کو مٹا دیں گے اور بڑے بڑے سرکش زبردست لوگ زیردست (مغلوب) ہو جائیں گے۔ تم دیکھو گے کہ بت خانہ اور آتش کدہ کی جگہ پر بے تصویر خانہ کعبہ ہوگا اور اس کی جانب نماز پڑھی جائے گی۔ یہی لوگ "مسلمان" شہروں کے آتش کدے اور ان کے قرب وجوار میں طوس، بلخ اور بڑے بڑے مقامات اپنے قبضہ میں کرلیں گے۔ اور ان کا شارع سخنور ہوگا جس کی باتیں ظاہری طور پر پیچیدہ ہوں گی۔[1]

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوتِ اسلامی کے سلسلے میں بیرونِ ملک دعوتی خطوط لکھے۔ آپ نے اپنے ایک صحابی عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو ایران کے شہنشاہ کسریٰ کے نام خط دے کر بھیجا۔ آپ کے مکتوبات اب کتابی صورت میں محفوظ ہیں۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہنشاہِ ایران کو خط بھیجا۔ اس کی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ، الی کسریٰ عظیم فارس

السلام علی من اتبع الھدیٰ و آمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا، اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس ۔

---

[1] سفرنگ دساتیر ص ۱۸۵ آیت: ۴۵ تا ۶۰۔

[2] رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۱۰۶۔ الوثائق السیاسیہ، ڈاکٹر حمید اللہ

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خط کسریٰ شاہ فارس کے نام
سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ اللہ اور اس کے رسول
پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ خدا کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور مجھے
تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں زندہ لوگوں کو خدا سے
ڈراؤں۔ اسلام قبول کرو تاکہ بخیر و عافیت رہو اور اگر تو نے میری دعوت
نہ قبول کی تو تمام مجوس کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

اس نامۂ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ تحریر نہیں کیا اس لئے کہ کسریٰ آتش پرست تھا۔ کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانتا تھا۔ چنانچہ وہ دگنے اجر کا مستحق نہ تھا[۱]

کسریٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب گرامی کی توہین کی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

"کسریٰ کا ملک ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہوگیا۔ میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کسریٰ کی پہنچ ہے۔"

اس زمانہ میں کسریٰ شاہ فارس کی سلطنت انتہائی مضبوط تصور کی جاتی تھی اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مٹھی بھر نہتے فاقہ کش اور غریب الوطن مسلمان کسریٰ کے تخت و تاج کے مالک بنیں گے لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بہ حرف ثابت ہوئی۔ عہد عمر فاروقؓ میں ایران فتح ہوا اور پرچم اسلام کسریٰ کی عظیم سلطنت پر لہرایا۔

مذہب زرتشت کے ایک بڑے عالم "حکیم جاماسپ" گزرے ہیں۔ انھیں ستارہ شناسی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے گشتاسپ شاہ ایران کے حکم سے

---

[۱] زرقانی جلد ۳ ص ۳۴۱۔

نجوم کی ایک کتاب "جاماسپ نامہ" تیار کی۔ اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں۔

"جب ستارے خانہ آتشی برجِ حمل میں جمع ہو جائیں گے زہرہ برجِ حمل میں ہوگا۔ آفتاب برجِ ثور اور برجِ جوزا دونوں میں اور مریخ برجِ دلو میں ہوگا تو اس وقت ایک مردِ کامل سرزمینِ عرب سے نکلے گا جو نسلِ ہاشمی سے ہوگا۔ بزرگ سر و بزرگ تن و بردینِ جدِ خویش بود وہ سپاہ کثیر کے ہمراہ ایران پر حملہ کریگا اور گویا ایران کو از سرِ نو آباد کرے گا زمین اس کے انصاف سے بھر جائے گی حتیٰ کہ بھیڑیئے بکری کے ساتھ پانی پیئیں گے[1]

اس سے زیادہ واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت مبارکہ کی پیشین گوئی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایران مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا کسریٰ کے کنگن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشارت کے مطابق "سراقہ" کے ہاتھوں میں پہنائے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں سے جب یہ کنگن پہنا رہے تھے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"الحمد لله الذی سلبهما عن کسریٰ والبسهما سراقة"

یعنی تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے کسریٰ جیسے شاہِ عجم سے کنگن چھین کر سراقہ جیسے بدوی کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔

---

[1] جاماسپ نامہ فارسی بحوالہ محمد عربی صفحہ ۱۳۲ از قمر انبالوی

پہلے ہم نے ہندو مذہب، بدھ مذہب اور زرتشت مذہب کے راہنماؤں اور کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا تعلق غیر الہامی مذاہب میں ہوتا ہے۔

غیر الہامی مذاہب کی بنیاد انسانوں کی طے کردہ ہوتی ہیں ان کے ہاں خالق کائنات کا کوئی واضح تصور نہیں ہوتا بلکہ وہاں بہت سے خداؤں کا تصور ملتا ہے۔

غیر الہامی مذاہب کی تعلیمات نہ صرف ہر دور میں الگ الگ ہوتی ہیں بلکہ ایک ہی دور میں ان کی بنیاد علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔ ان کے ہاں کائنات کی ابتداء اور انتہا کے سلسلے میں بھی متضاد نظریات پائے جاتے ہیں غیر الہامی مذاہب اور نظام حیات انسان کے اس دنیا میں آنے کے بعد وجود میں آیا۔

الہامی مذاہب کی تعلیمات کی بنیاد خود خالق کائنات کی معین کردہ ہوتی ہیں۔ ان کے ہاں خالق کائنات کا واضح تصور ہوتا ہے اور وہی ہر چیز کا مالک خالق مانا جاتا ہے اور کائنات کے تمام اثرات اسی کے حکم سے مرتب ہوتے ہیں۔ الہامی مذاہب کی تعلیمات ہر عہد میں، ہر زمانے میں بنیادی طور پر یکساں ہوتی ہیں۔

الہامی مذاہب میں کائنات کی ابتدا و انتہا کا ایک ہی تصور پایا جاتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ الہامی نظام حیات انسان کے ساتھ ہی اس دنیا میں آیا ہے۔

خالق کائنات نے قرآن پاک میں اس کی تصدیق یوں فرمائی ہے جب اس نے حضرت

آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو اِس دنیا میں بھیجا تو یہ تاکید کردی

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ ؎۱

پس جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا اُسے کسی قسم کا ڈر و خوف نہ ہوگا ۔

الہامی مذاہب میں اسلام کے علاوہ یہودیت اور عیسائیت دو مذاہب قابلِ ذکر ہیں اُن کے تمام انبیاء و رسل اُمتِ مسلمہ کے نزدیک محترم ہیں اور وہ اُنہیں اللہ کے رسولوں اور پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں وہ اُن پر ایمان پختہ رکھتے ہیں اِس لئے کہ کائنات کے خالق کا فرمان ہے۔

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ؎۲

کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ؎۳

اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا جس نے پیغام دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے پرہیز کرو۔

قبل اس کے کہ ہم پیغمبر اعظم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متعلق ان انبیاء علیہم السلام کی پیشین گوئیوں کا تذکرہ کریں بہتر ہوگا کہ اُن برگزیدہ پیغمبروں کی پیشین گوئیاں تحریر کی جائیں جن کا ذکر الہامی مذاہب کی کتب میں ملتا ہے۔

؎۱ سورۃ البقرۃ : ۳۸ ؎۲ سورۃ فاطر : ۲۴

؎۳ سورۃ النحل : ۳۶

بشارات

- حضرت آدم علیہ السلام
- حضرت شیث علیہ السلام
- حضرت ادریس علیہ السلام
- حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان بھی ہیں اور پہلے رسول بھی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق بہت واضح بشارتیں دی ہیں۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو البشر آدم علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"اے آدمؑ! جو شخص میرے اس گھر "خانہ کعبہ" کی زیارت سے مشرف ہوگا اسے میری زیارت نصیب ہوگی اور وہ میرے ہی خوانِ احسان پر مہمان ہوگا۔ اور میرے ہی کرم و احسان سے محظوظ ہوگا اور اسے میں اپنے وصال سے مشرف فرماؤں گا۔ ایک وقت آئے گا کہ تیری اولاد میں سے ایک سلیم القلب اور کریم النفس انسان آئے گا جس کا نام ابراہیم علیہ السلام ہوگا وہ میرے گھر کی تعمیر کرے گا۔ اسے ظاہری عمارت کی شکل دے گا آب زمزم کا چشمہ اسی حرم کی حدود میں ظاہر ہوگا۔ میں ابراہیم علیہ السلام کو حرم کے تمام مناسک اور شعائر سکھا دوں گا پھر دنیا کے ہر گوشے سے رؤسا اور مخصوص لوگوں کو اس سرزمین پر آباد کروں گا یہ لوگ میرے گھر کا احترام کریں گے اور اس کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ تیرے فرزند ارجمند تک جو تیری اولاد میں افضل ترین ہوگا" پہنچے گا۔ اس کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوگا وہ حسن جمال میں

بلند کامل ہوگا اور اوصاف و کمال میں انسانوں کا امام اور پیشوا ہوگا۔ اس شہر کی امامت اور پیشوائی اسی پیغمبر اور عالی ہمت ہستی کو بخشی جائے گی وہ اس گھر کے احترام کو زندہ کریگا اور روزِ محشر تک اسے میری عبادت گاہ اور زیارت گاہ بنائے گا۔۔وہ برگزیدہ پیغمبر خاتم الانبیاء ہوگا۔ رسول آخرالزمان ہوگا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ گفتگو بھی تو کہا:۔

صلوا علیہ ماطلع الشمس والقمر
صلوا علیہ ماظہر البدر والہلال

مقصود آفرینش و مخدوم کائنات!
سر دفتر مودت و دیباچہ کمال

آں بادشاہ تخت لعمرک کہ ملک او
با ہیچ بادشاہ پذیرفتہ انتقال

گیسوئے اوست آیت والیل را سواد!
رخسار اوست سورۂ والشمس را مقال

از عین احمدست کہ اعیان پدید شد
دال است ہم بدین الف و حا و میم و دال [2]

ابوالبشر حضرت آدم صفی اللہ کی یہ بشارت تو بالکل واضح ہے۔ یہ بھی حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاریؓ سے منقول ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"قیامت کے دن میں نسلِ انسانی کا بہترین فرد ہوں گا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، فضیلت میں مجھ سے بڑھ کر ہوں گے۔ فضیلت کی وجوہات میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپ کی رفیقۂ حیات شیطان کے مقابلہ میں آپ کی مددگار رہیں گی جب کہ میری اہلیہ شیطان کی مددگار بنی اور میری

---

[1] معارج النبوت، ملا معین واعظ کاشفی علیہ رحمۃ

[2] معارج النبوت ص۱۹ ملا معین واعظ کاشفیؒ (اقتباس صحیفہ حضرت آدم علیہ السلام)

لغزش کا سبب بنی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے شیطان (نفس) کو بھی مسلمان بنا دیا جبکہ میرا شیطان (نفس) اسی طرح کفر و عصیان پر قائم رہا۔[1]

کتب تاریخ و سیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد میں مبعوث ہونے والے انبیاء سے فرماتا رہا اور ان سے یہ عہد و پیمان لیتا رہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ضرور ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اگر وہ تمہارے زمانہ حیات میں ظہور پذیر ہو جائیں ورثہ اپنی اُمت سے عہد و میثاق کر لینا کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور مدد کریں اگر ان کے زمانہ حیات میں وہ مبعوث ہو جائیں[2]

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نبوت سے سرفراز کیا۔ مؤرخین کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اُترے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے انہیں حکم دیا کہ اپنے بیٹے شیث (علیہ السلام) سے عہد لو اور وصایا و مواثیق پر کاربند کرو کہ وہ لو لاک السرور الانبیاء اور گوہر از بر سند الاصفیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بھی صورت ناراض نہ کریں اور یہ وصایا نسلاً بعد نسلاً جاری رہیں۔

چنانچہ حضرت شیث علیہ السلام جب تک زندہ رہے اُن کی زبان پر درود مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جاری رہا[3]

ایک دفعہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام سے

---

[1] معارج النبوت ص۱۹ ملا معین واعظ کاشفی (اقتباس صحیفہ حضرت آدم علیہ السلام)

[2] الخصائص الکبریٰ حصہ اول ص ۲۳ علامہ جلال الدین السیوطیؒ

[3] خلاصۃ الحقائق بحوالہ معارج النبوت

گفتگو کرتے ہوئے کہا :-

"اے میرے فرزند! میرے بعد جب تم میرے قائم مقام ہو تو اس منصب خلافت کو عمارۃ التقویٰ اور عروۃ الوثقیٰ کے ساتھ لو اور جب تم حق تبارک تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لیا کرو کیونکہ میں نے عرش الٰہی کے ستونوں پر آپ کا نام نامی اس وقت لکھا دیکھا جب کہ میں روح ومٹی کے درمیانی مرحلہ میں تھا اس کے بعد مجھے آسمانوں میں پھرایا گیا تو میں نے آسمان میں ہر جگہ اور ہر مقام پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا دیکھا۔ پھر میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت میں ہر محل اور ہر دریچہ پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر دیکھا۔ نیز میں نے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حور العین کی پیشانیوں پر اور جنت کے برگ درختان سبز پر اور درخت طوبیٰ کے ہر پتہ پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ورق پر اور پردوں کے ہر گوشے پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھا ہے تم بھی اس اسم گرامی کا کثرت سے ذکر کرو کیونکہ فرشتے ہر آن اس کا ورد کرتے ہیں۔ ۵

حضرت آدم صفی اللہ کے صحیفہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی جو یہ ہے :-

"میں مکہ کا خداوند ہوں۔ اس کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں اور خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والے اور وہاں تک پہنچنے والے میرے مہمان ہیں اور میری عنایت وحمایت کی پناہ اور سایہ میں ہیں اور میری حفاظت و

---

۵ الخصائص الکبریٰ جلد اول صـ ۱۹

رعایت میں ہی ابو دمیں زمین و آسمان والوں سے اسے معمور کروں گا اور لوگ جوق در جوق بکھرے ہوئے اور گرد آلود بالوں سے لبیک پکارتے تکبیر بلند آواز سے کرتے آنکھوں سے آنسو بہاتے آئیں گے اور جو بھی اس خانہ کعبہ کی زیارت کو آئے گا اس کا مقصود بیت اللہ کی زیارت اور میری خوشنودی و رضا کے سوا کچھ نہ ہو گا کیونکہ میں ہی صاحب خانہ ہوں گویا کہ ایسا ہو گا کہ اس نے میری ہی زیارت کی وہ میرا مہمان ہو گا اور میرے کرم کے لائق و مستحق ہونے کا یہ مطلب ہے کہ میں اس کی تکریم کروں گا ۔ اور محروم نہ چھوڑوں گا اور اس خانہ کعبہ کا انتظام تیرے فرزندوں میں سے اس نبی کے سپرد کروں گا جسے ابراہیم کہیں گے ۔ اس کے ذریعہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اونچی کراؤں گا اور اس کے ہاتھ سے تعمیر کراؤں گا اور اس کے لئے زمزم کا چشمہ نکالوں گا اور اس کی حرمت و حل اس کی میراث میں دوں گا اور اس کے مشاعر کو اس کے ہاتھ سے آشکارا کروں گا (مشاعر سے مراد مشعر الحرام اور نشانات ہیں) پھر ابراہیمؑ کے بعد ہر زمانہ میں لوگ اسے آباد رکھیں گے اور اس کی طرف قصد و ارادہ رکھیں گے یہاں تک کہ نوبت بہ نوبت تیرے فرزندوں میں سے اس نبی تک پہنچے گی جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں گے وہ سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہوں گے اور اسی نبی کو میں اس کے گھر کے رہنے والوں، منتظموں، متولیوں اور حاجیوں میں بزرگ ترین بناؤں گا جو بھی میرا متلاشی اور چاہنے والا ہو اسے لازم ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ ہو جن کے بال بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں

جو خدا کے حضور اپنی منتوں اور نذرانوں کو پورا کرنے میں [1]

[1] مدارج النبوت حصہ اول ص ۱۹۷ تا ۱۹۸ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ؒ

اس پیشین گوئی میں شہر مکہ تعمیر کعبہ اور حج کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد یہی شہر اسلامی دنیا کا مرکز قرار پائے گا۔

مکہ مکرمہ انسانی ترقی کے تمام مدارج اور مراتب کی ایک مربوط تاریخ ہے عہد ابراہیمیؑ میں ایک خاص خاندان کا تبلیغی مرکز بنا اور آہستہ آہستہ اس نے عرب کے ایک مذہبی شہر کی جگہ حاصل کر لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد یہ شہر دنیائے اسلام کا دینی مرکز قرار پایا۔ اسی مقدس شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کی یہی وہ مقدس مسجد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنا پہلا گھر قرار دیا۔ قرآن میں مذکور ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ؎۱

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور دنیا بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

جب اللہ کے گھر کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اللہ کے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے

رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ
أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ؎۲

"اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچائے رکھئے"

؎۱ آل عمران: ۹۶ ؎۲ ابراہیم: ۳۵

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ یہ اعلان فرمائیں۔

"کہ وہ دور و نزدیک سے چل کر یہاں آئیں اور اس خدائے بزرگ و برتر کے حضور اپنی جبینیں خم کریں جو ایک ہے جس کا کوئی ساتھی اور شریک نہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔" ^1

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی

یَبْلُغُ صَوْتِیْ

میری آواز نہیں پہنچے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

عَلَیْکَ الْاَذَانُ وَعَلَیْنَا الْبَلَاغُ

تیرا کام پکارنا ہے اور پہنچا دینا ہمارا کام ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ بَنٰی لَکُمْ بَیْتًا وَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَاَجِیْبُوْا رَبَّکُمْ

اے لوگو! تحقیق تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے گھر بنایا اور تم پر حج فرض کیا۔ پس خدا کے حکم کی تعمیل کرو۔

چنانچہ اس دن سے دنیا کے کونے کونے سے لوگ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کو پہنچنے لگے۔ وہ سنت ابراہیمیؑ پر عمل کرتے ہوئے دنیاوی راحت و آرام ظاہری زیبائش و آرائش اور پُر تکلف مصنوعی زندگی سے بالکل ہٹ کر،

۱۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ۝ الحج : ۲۷

لَبَّیْکَ ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ،
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ ، لَاشَرِیْکَ لَکَ ۔

" میں حاضر ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں ، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں
میں حاضر ہوں بیشک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور ملک بھی
تیرا کوئی شریک نہیں ۔

یہ صدا بلند کرتے ہوئے وہ خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں میدان عرفات میں پہنچ کر عمر رفتہ کی کوتاہیوں ، لغزشوں ، بربادیوں اور سیہ کاریوں کا اقرار کرتے ہیں اور احساسِ ندامت کے ساتھ آئندہ زندگی کے لئے اللہ کی عبودیت اور فرماں برداری کا عہد کرتے ہیں اور ساتھ ہی مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں ۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے وجود مقدس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصباح نور سے ضیا بخشی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی جبین پر نور سے درخشاں ہونے لگا حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی بعیرت سے چیونٹی کے قدموں کی آواز سن سکتے تھے آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی ۔ " یا اللہ ! یہ زمزمہ کیا ہے ؟ "

فرمایا ! یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسبیح کا زمزمہ ہے جو تمہارے خمیر میں ملایا گیا ہے وہ تمہارا فرزند ہوگا اور تم اس کے باپ ۔

اے خوشا حال آں چناں فرزند
کہ پدر را باو ست استظہار

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ نور محمدی کو اپنے مقام سے اٹھا کر مغفرت و غفران کے دریا کی طرح رواں کیا گیا پھر یہ نور پوری تابانیوں کے ساتھ

پانچ سو سال کی مسافت طے کر کے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچا، خواب سے بیدار ہوئے تو اس نور کی شعاعوں کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور آنکھوں کا نور بے نور ہونے لگا، پوچھا! یا اللہ! یہ کیسا نور ہے جو ہر روشنی کو خیرہ کرتا جاتا ہے؟ حکم ہوا۔

"یہ نورِ محمدی ہے مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں اس کے رتبہ کو اعلیٰ علیین سے بلند تر کر دوں گا۔ اس کی امت سے اپنی جنت کو عطر دوں گا اس کا کلام ساری دنیا سے افصح ہوگا۔ اس پر قرآن نازل کروں گا جو کبھی متروک نہ ہوگا۔"

اس کے بعد ہر پیغمبر کے لئے ایک ایک کرسی بچھا دی گئی ان کرسیوں سے سب سے اونچی کرسی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لائی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور کی ضیا نکلتی اور ہر نبی کے لئے مخصوص کرسی پر براجمان ہوتی جاتی۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرسی پر نور کی بارشیں ہونے لگیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ستر ہزار شعاعیں اس کرسی پر نور سے ابھر رہی ہیں ملائکہ ملکوت ان کی برکات سے نوازے جا رہے ہیں۔ آپؐ کا اسم گرامی عرش اعظم کے پردوں پر منقش ہے ہر طرف سے مشک وعنبر کی خوش کن خوشبو کے جھونکے آرہے ہیں۔ آسمان وزمین کی حرکتیں مسرت وشادمانی کا گہوارہ بن گئیں ہیں۔ ہر مخلوق سے یہ آواز آرہی ہے کہ یہ نور سرورِ پیغمبراں ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

"آدمؑ! تمہیں صد ہا مبارک ہو کہ نورِ مجسم تمہارے بیٹے ہوں گے۔" دربارِ خداوندی سے صدا آئی۔

"یہ بندہ میرا پسندیدہ اور حبیب ہے۔ یہ دینِ حقیقت پر مبعوث ہوگا۔ شفاعتِ کبریٰ کے اختیارات کا مالک ہوگا اور میرے خاص بندوں میں

ہوگا۔ وہ دنیا والوں کے لئے نور ہوگا جو اس نور کی اتباع کرے گا بہشت میں جگہ پائے گا۔ آسمانوں پر اسے "احمد" کے نام سے پکارا جاتا ہے زمین پر "محمد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سمندروں میں "ماحی" کے نام سے مشہور ہیں:"

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا! یا اللہ سمندروں میں آپ کا نام "ماحی" کیوں ہے؟"

" فرمایا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود سے کفر و شرک کی سیاہیاں محو ہو جائیں گی۔ آپ کا زمانہ قیامت کے قریب تر ہوگا۔ وہ ذکر میں اول پیغمبراں ہوگا اور بعثت میں آخرین انبیاء ہوگا۔ کوئی پیغمبر آپ سے بلند رتبہ نہ ہوگا اور کوئی امت، امتِ محمدیہ سے اعلیٰ نہ ہوگی۔ میرے حبیب کی امت ہمیشہ پاک ہوگی اس کا نور آسمان و زمین کے درمیان ستاروں کے نور کی طرح درخشاں ہوگا۔" [1]

اسی طرح دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام پر نورِ محمدی کو جلوہ گر کیا گیا۔ وہ ایسا دکھائی دیا کہ اسے نورانی خلعت اور شرف و مجد کے لباس سے مزین فرما دیا گیا ہے وہ پیغام رسالت پہنچانے لگے اور اپنے ساتھیوں کو علم و حلم، رحمت و شفقت کا خوگر بنانے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے مہاجر و انصار، ابرار و اخیار پر اللہ کے انعامات کی بارشیں ہوتی دیکھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو دائیں ہاتھ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بائیں جانب اور باقی انبیاء کو خدمت میں کھڑے پایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں دست بستہ دیکھا تو انتہائے مسرت سے اتنے مسکرائے کہ مشرق و مغرب آپ کی مسکراہٹ کی نورانیت سے روشن ہو گئے۔ نہایت خوشی سے عرض کی:۔

---

[1] معارج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۸-۲۹

"یا اللہ! میرے لئے بس اتنا فخر ہی کافی ہے کہ آپ میری اولاد میں سے ہیں۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے یہ کہتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فتح و نصرت کے لئے دعا کی اور آپؐ کے وجودِ پاک پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے اظہارِ افتخار کیا۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "سب سے پہلی بار جب حضرت آدم علیہ السلام نے عرشِ اعلیٰ پر نگاہ ڈالی تو لکھا پایا۔

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

جو گناہ کا مرتکب ہوگا اس کا گناہ اس وقت تک معاف نہ کیا جائے گا جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود نہ پڑھ لے۔"

آدم علیہ السلام نے پوچھا! یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کون ہیں؟ فرمایا! یہ تمہاری اولاد میں سے ایک نامور فرزند ہیں ان کے نام کا پہلا حرف "میم" میری صفت ملک سے اخذ ہے دوسرا حرف میرے حلم سے لیا گیا ہے دوسری میم میرے مجد و کرم سے لی گئی ہے اور دال میرے دین کی علامت ہے۔ میں اپنے ملک، علم و مجد اور دینِ اسلام کی قسم کھاتا ہوں جو آپ کے اتباع سے میرے نبی پر درود پڑھے گا۔ میں اُسے جنت میں داخل کروں گا۔ جب تک سیّد برگزیدہ اور نورِ دو دیدہ کی اتباع نہ کی جائے گی اور اس پر درود نہ پڑھے گا بہشت میں داخل نہ ہونے دوں گا۔

اے مظہرِ اسمِ قل ہو الحق!! نام تو ز نام اوست مشتق

---

[1] معارج النبوت جلد دوم صہ ۲۹

تو سایۂ نورِ کردگاری ! کز روزِ ازل بزرگواری
چوں مظہرِ ملک و علم مجدی ! بر تخت وصالِ اہلِ وجدی
ہر کس کہ قدم نہد براہت ! در پردہ در آید از پناہت
بخشائے کفِ اُمید واری
تا حاجت حاملے براری [1]

حضرت ادریس علیہ السلام جن کا شمار حضرت آدم صفی اللہ کی ساتویں پشت میں ہوتا ہے اور جو قرآن پاک کے مطابق ایک سچے نبی تھے اور اُن کا مرتبہ خدائے بزرگ و برتر نے بلند فرمایا ہے۔ قرآن مقدس میں ہے :-

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ [2]

اور اس کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کیجئے۔ بیشک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبہ تک پہنچایا۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے بھی سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں یہ پیشین گوئی فرمائی۔

"دیکھو جاتے آقا اپنے دس ہزار نیک ہمراہیوں کے ساتھ آ رہا ہے تا کہ سب لوگوں کا انصاف کرے اور اُن میں سے جو گمراہیوں کی وجہ سے خدا سے منحرف ہو چکے تھے اُنھیں یقین دلایا جائے کہ وہ کام جو اُن سے سرزد ہوئے وہ ناجائز ہیں اور اُن تمام سخت کلامیوں کے متعلق جو وہ منکر گنہگار اُن کے متعلق کہتے رہے ہیں اُنھیں تلقین کریں۔" [3]

---

[1] مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۶-۲۷ [2] سورہ مریم ۱۹ : ۵۶-۵۷
[3] کتاب یہودہ باب ۱، آیت ۱۴-۱۵

حضرت ادریس علیہ السلام کی یہ واضح پیشین گوئی پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فتح مکہ کے روز شہر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ دس ہزار صحابہؓ کی جماعت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بابِ کعبہ پر کھڑے ہو کر جو خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ فرمائے "ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس نے بندے کی مدد کی اور دشمن کی جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی۔"[۱]

اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارِ مکہ کے متعلق فیصلے بھی فرمائے اور انہیں بتایا کہ ان کے تمام عقائد و افعال محض سیاہ کارنامے تھے۔ "تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟" ان الفاظ کے گونجتے ہی ظلم و تشدد اور خونخواری کی وہ ساری گندی تاریخ کفارِ مکہ کی نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ وہ بے بس تھے لیکن رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اعلان فرمایا:-

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[۲]

تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں۔ ابو البشر آدمؑ سے لے کر نوحؑ تک تعمیرِ عالم اور زمین آباد ہوتی رہی اور ضرورت اور تقاضائے وقت کے لحاظ سے انبیاء مثلاً شیثؑ، ادریسؑ اور ملوکؑ ہوتے رہے جب لوگوں میں بت پرستی، شرک، کفر اور الحاد حد سے بڑھ گیا تو نوح علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۔[۳]

اے رب! زمین پر کسی کافر کے گھر کو نہ چھوڑ

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ ج ۴ [۲] زاد المعاد، ابن قیم، سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۳
[۳] سورہ نوح: ۲۶

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی ایک عالمگیر طوفان آیا اور سوائے اہلِ کشتی کے کوئی متنفس اس جانکاہ عذاب سے جانبر نہ ہوا[1] کیونکہ اولادِ آدم کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے آگے بڑھا۔ اس لئے انھیں ابوالبشر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ تمام بڑے مذاہب کے نزدیک محترم ہیں حتیٰ کہ ان کا تذکرہ اہلِ ہنود کی مقدس کتابوں، ویدوں اور شاستروں میں پارسیوں کی "ژند اوستا اور دساتیر" میں بھی ملتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی وجہ شہرت طوفان اور کشتی ہے، طوفان! جو نافرمانوں کے لئے آیا اور کشتی! جس نے فرمانبرداروں کو طوفان سے بچایا۔ اسی نسبت سے جو پیشین گوئی حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی حضور علیہ السلام کے بارے میں کی گئی اور جس کا حوالہ "عہد نامہ عتیق" میں بھی ملتا ہے۔ اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:۔

"اب میں اپنی کمان کو بادلوں میں رکھ دیتا ہوں میری نشانی اس عہد و پیمان کی ہو گی جو میرے اور زمین پر بسنے والوں کے درمیان قرار پایا ہے ایک زمانہ ایسا آئے گا جب میں زمین کے اوپر ایک بادل کو لاؤں گا۔"

یہ عبارت یوں تو مبہم ہے لیکن اگر اس کے اشارات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب تمام دنیا اندھیرے اور گمراہی میں غرق ہو جائے گی لیکن خدا نے نوعِ انسان سے ہمدردی سے پیش آئے گا۔ کیونکہ اس زمانے کے دوران اُس سحابِ رحمت کا ظہور ہو گا جو "رحمت اللعالمینؐ" کے نام سے موسوم ہو گا۔ اس کا مفہوم یہی نکلتا ہے۔

---

[1] تاریخ ابنِ خلدون جلد اوّل ص ۳۱

بشارات

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد متعدد انبیاء اور رسل دنیا میں تشریف لائے جو اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے مقام پر رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے رہے۔ ان برگزیدہ شخصیتوں میں سب سے زیادہ ممتاز ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذاتِ گرامی ہے جو دنیائے قدیم اور جدید کے درمیان ایک اہم کڑی ہیں، بائبل میں ایک جگہ ان کی اہلیہ حضرت بی بی ہاجرہ کو مخاطب کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا۔ فرشتے نے ان کو اللہ کی طرف سے یہ نوید سنائی :۔

"میں تمہارے نسل (اولاد) کو بہت پھیلاؤں گا۔ اس قدر کہ اس کا گروہ گنتی میں لانا مشکل ہو جائے گا۔"

فرشتے نے مزید کہا

"دیکھو تم حاملہ ہو اور تم سے ایک لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا نام اسماعیل ہوگا کیونکہ خدا نے تمہاری تکلیفوں کو سن لیا ہے۔ اس کی اولاد سے ایک نبی ہوگا جو "امی" ہوگا۔ [1]

---

[1] کتاب پیدائش باب ۱۰، آیت ۱۲ ؛

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ جب بی بی ہاجرہ اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے ہمراہ نکلیں تو کسی شخص (فرشتے) نے اُن سے کہا۔

"اے ہاجرہ! تمہارا یہ فرزند کثیر خاندانوں کا باپ ہے اور انہی کی نسل سے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں گے جو حرم کے بسانے والے ہوں گے"[1]

یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا الرسول النبی الامی اور کسی کا لقب نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی لقب انبیاء کرام اور سابقہ اُمم کو بتلایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا[2]

اللہ وہ ہے جس نے اُمیوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث کیا۔

قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے خالقِ کائنات فرماتا ہے

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ۝ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ[3]

یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا۔

اس آیت مبارکہ میں استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناخواندہ تھے۔ آپ کے اہل وطن اور رشتہ و برادری کے لوگ جن کے درمیان آپ کی ساری

---

1. الخصائص الکبریٰ حصہ اول ص ۲۵   2. الجمعۃ: ۲
3. سورۃ العنکبوت: ۴۸ - ۴۹

زندگی بسر ہوئی تھی اس بات سے خوب واقف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمر بھر نہ کبھی کوئی کتاب پڑھی اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا۔

اس واقعہ کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ کتب آسمانی کی تعلیمات، انبیاء سابقین کے حالات، مذاہب و ادیان کے عقائد، قدیم قوموں کی تاریخ اور تمدن و اخلاق و معیشت کے اہم مسائل پر جس وسیع اور گہرے علم کا اظہار اس اُمّی کی زبان سے ہو رہا ہے یہ اس کو وحی کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر اس کو نوشت و خواند کا علم ہوتا اور لوگوں نے اُسے کتابیں پڑھتے اور مطالعہ و تحقیق کرتے دیکھا ہوتا تو باطل پرستوں کے لئے یہ شک کرنے کی کچھ بنیاد ہو بھی سکتی تھی کہ یہ علم وحی سے نہیں بلکہ اخذ و اکتساب سے حاصل کیا گیا ہے لیکن اس کی اُمیت نے تو ایسے کسی شک کے لئے برائے نام بھی کوئی بنیاد باقی نہیں چھوڑی ہے۔

ایک اُمّی کا قرآن جیسی کتاب پیش کرنا اور یکایک ان غیر معمولی کمالات کا مظاہرہ کرنا جن کے لئے کسی سابقہ تیاری کے آثار کبھی کسی کے مشاہدے میں نہیں آئے۔ یہی دانش و بینش رکھنے والوں کی نگاہ میں اس کی پیغمبری پر دلالت کرنے والی روشن ترین نشانیاں ہیں۔ دنیا کی تاریخی ہستیوں میں سے جس کے حالات کا بھی جائزہ لیا جائے، آدمی اس کے اپنے ماحول میں اُن اسباب کا پتہ چلا سکتا ہے جو اس کی شخصیت بنانے اور اس سے ظاہر ہونے والے کمالات کے لئے اس کو تیار کرنے میں کارفرما تھے۔ اس کے ماحول اور اس کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی میں ایک کھلی مناسبت پائی جاتی ہے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شخصیت جو حیرت انگیز کمالات کی مظہر تھی اُن کا کوئی ماخذ، آپؐ کے ماحول میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں نہ اس وقت کے عرب معاشرے میں اور نہ گردوپیش کے جن ممالک سے

عرب کے تعلقات تھے ان کے معاشرے میں، کہیں دور دراز سے بھی وہ عناصر ڈھونڈ کر نہیں نکالے جا سکتے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی سے کوئی مناسبت رکھتے ہوں۔ یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر فرمایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ایک نشانی نہیں بلکہ بہت سی روشن نشانیوں کا مجموعہ ہے۔ [۱]

حضرت بی بی ہاجرہ کو فرشتے نے جو بشارت دی اس میں جس شخصیت کی طرف اشارہ ہے وہ ذاتِ گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے کیونکہ آپ ہی نبی الامی ہیں اور آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کے ذریعے حضرت ابراہیمؑ اور بی بی ہاجرہؓ کی آل اس قدر پھیلی جس کا کوئی شمار نہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے صحیفہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا:۔

"اے ابراہیمؑ! میں نے تمہاری دعا تمہارے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے حق میں قبول فرمائی ہے۔ میں نے اُن پر اور اُن کی اولاد پر برکتیں جاری فرمائیں اور ان میں سے ایک ایسا فرزند عالمِ وجود میں لاؤں گا جو معظم و مکرم ہوگا۔ جس کا اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ وہ میرے برگزیدہ اور مبعوث شدہ ہوں گے اور ان کی اُمت بہترین اُمت ہوگی۔" [۲]

ابنِ سعد نے حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیوی ہاجرہؓ کے رخصت کرنے کے لئے حکم فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

[۱] سیرتِ سرورِ عالمؐ جلد اوّل ص ۱۲۲ تا ۱۲۵ : سید مودودیؒ ۔

[۲] مدارج النبوۃ حصہ اوّل ص ۱۹۸ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

براق پر سوار ہوئے۔ جب آپؐ کا گزر نرم و شاداب علاقہ پر ہوتا تو فرماتے :-

" اے جبرئیلؑ ! یہاں اتروں ؟

مگر جبرئیلؑ منع کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ آ گئے۔ جبرئیلؑ نے کہا۔

" سیدنا ابراہیمؑ ! یہاں پر اُتر جائیں۔ "

آپ نے جبرئیلؑ سے کہا ! اس مقام پر نہ دودھ دینے والے جانور ہیں اور نہ کھیتی ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں یہیں اُتر جائیے۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے فرزند کی نسل سے " نبی اُمّی " کو مبعوث فرمائے گا جس کے ذریعہ کلمہ دینِ حق کی تشریع و تکمیل فرمائے گا۔[1]

مؤرخین کے مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ بی بی ہاجرہ اور فرزند اسماعیلؑ کو سرزمین مکہ پر چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بی بی ہاجرہ نے گھبرا کر ابراہیمؑ سے کہا۔

" کس نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم ہم کو ایسی زمین میں چھوڑ جاؤ جہاں نہ کوئی درخت ہے نہ پانی ہے۔ "

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔

" ربی امرنی " میرے خدا نے یہ حکم دیا ہے

بی بی ہاجرہ نے جواب سنا تو فرمایا :-

" فَاِنَّہٗ لَنْ یُّضَیِّعَنَا " وہ بیشک ہم کو ضائع نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کے وقت بشریت کے تقاضے یا الفتِ پدری سے مضطرب ہو کر یہ دعا کی۔[2]

---

[1] الخصائص الکبریٰ حصہ اوّل۔ صـ۲۲ - ۲۵ ؛ [2] تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صـ[3] (تاریخ الانبیاء)

رَبَّنَآ إِنِّیٓ أَسْکَنتُ مِن ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ
عِندَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیمُوا الصَّلَوٰةَ
فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیٓ إِلَیْهِمْ
وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُونَ [1]

اے پروردگار! میں نے اپنی ایک اولاد بسائی ہے ایسے میدان میں جہاں کہ کھیتی نہیں ہے۔ تیرے محترم گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے تاکہ وہ نماز کا اہتمام رکھیں پس لوگوں کے قلوب کو ان کی طرف مائل رکھ اور ان کو روزی دے میووں سے "تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں"۔

تاریخ ابن خلدون کے مطابق :-

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی۔ [2]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی براق پر سوار ہو کر شام سے مکہ مکرمہ آتے اسی روز واپس چلے جاتے تھے ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا [3] دونوں باپ بیٹوں یعنی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ اس طرح بنانا شروع کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو چنائی کا کام کرتے تھے اور اسماعیل علیہ السلام گارہ اور پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے۔ یہ دونوں تعمیر کعبہ کے وقت یہ دعا کرتے جاتے تھے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ [4]

اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہماری قبول فرما بے شک تو خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بارگاہ

---

[1] سورۃ ابراہیمؑ : ۳۷ [2] تاریخ ابن خلدون جلد اول ص ۸۲ [3] الخصائص الکبریٰ حصہ اول ص ۲۵
[4] البقرہ : ۱۲۷

خداوندی میں یہ دعا بھی کی۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ [1]

اے ہمارے رب ہمیں اپنا مسلمان (فرماں بردار) بنالے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت مسلمہ کا قیام ہو۔ اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتلا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھئے فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے

پروردگار عالم! اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر مقرر فرما جو ان لوگوں کو تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کرے۔ بلاشبہ تو بڑا ہی غالب حکمت والا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ دعا بھی بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔ نسل اسماعیلؑ سے ملت اسلامیہ کی نمود ہوئی اور پھر ان ہی میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ق [2]

---

[1] البقرہ: ۱۲۸-۱۲۹ [2] الجمعہ: ۲

(وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ اُن کو پاک کرتے ہیں اور اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو یہ بھی فرما دیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ؕ[1]

درحقیقت ایمان لانے والوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم کی دعا ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

امام احمد، حاکم اور بیہقی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں"[2]

---

[1] آلِ عمران : ۱۶۴ [2] الخصائص الکبریٰ حصہ اوّل صفحہ ۱۲

بشارات

حضرت حبقوق علیہ السلام

حضرت اشعیاہ علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت ملاکی علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت حبقوق ایک نبی تھے جو حضرت دانیال نبی کے ہم عصر تھے۔ اُن کا صحیفہ بائبل کے عہدِ عتیق میں شامل ہے۔ انہوں نے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئی یوں فرمائی :-

" خدا تیمان سے آیا اور وہ جو قدوس ہے کوہِ فاران سے ظاہر ہوا اُس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانپ لیا اور اس کی حمد سے زمین معمور ہوگئی۔ اس کی تجلی نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں اور وہاں اس کی قدرت مشہور تھی۔ وبا اس کے آگے چلی اور اس کے قدموں پر دہکتا ہوا انگارہ روانہ ہوا۔ وہ کھڑا ہوا ہے اور اس نے زمین کو لرزا دیا۔ اس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔ قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے اور پرانی پہاڑیاں اس کے آگے دھنس گئیں " [1]

مدارج النبوت میں حضرت حبقوق علیہ السلام کی پیشین گوئی یوں درج ہے :-

" اللہ تعالیٰ نے برکت و پاکی کے ساتھ فاران کے پہاڑوں پر جلوہ فرمایا! اور زمین کو احمد کی مدحت و ثنا اور اس کی تقدیس سے بھر دیا جو کہ زمین اور اُمتوں کی گردنوں کا مالک ہے۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیاں

---

[1] باب ۳ آیت ۳ تا ۶ بحوالہ کتاب سیرت الرسول صفحہ ۱۰۹ از انتظام اللہ شہابی ؟

سے آسمان مجلّٰی ہوا اور زمین اس کی مدحت سے لبریز ہوگئی۔
ان کے نور سے زمین روشن ہوگئی اور ان کے گھوڑے سمندر میں دوڑیں گے۔"

اسی کتاب میں مزید لکھا ہے:۔
"بہت جلد آپ کے کمان میں سخت تیر کھینچے جائیں گے اور خوب سیراب ہوں گے تیر آپ کے حکم سے۔"[1]

یہ عبارت حکم میں مبالغہ اور کام کے انجام کی انتہا تک پہنچنے کی طرف کنایہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں دین وملّت کے کام کمال و اتمام تک پہنچیں گے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ "میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔

حضرت حبقوق علیہ السلام کی ان پیشین گوئیوں کی تصدیق تورات نے یوں کی ہے۔
"پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے قوت بیان کے ساتھ آیا تو نام احمد کی تسبیح سے آسمان معمور ہوگئے اور اس کی اُمت کا سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہوگا جیسا خشکی پر، وہ ایک ایسی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تعریب کے بعد ہوگا۔"[2]

یہ بالکل واضح پیشین گوئی ہے۔ کوہ فاران کی چوٹیوں سے ایک نور ہدایت چمکا جس نے دنیا کی حالت کو یکسر بدل دیا۔ گوشہ گوشہ کو نورِ ہدایت سے جگمگا دیا اور ذرہ ذرہ کو فروغ تابش حسن سے غیرت خورشید بنا دیا۔ حق نے غلبہ پایا۔ اور باطل مغلوب ہوا۔

---

[1] مدارج النبوۃ حصہ اول ص ۱۹۸-۱۹۹ [2] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۰-۳۱ از مولانا جامیؒ

حضرت اشعیاہ علیہ السلام آلِ اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔ ان کے صحیفے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر مبارک بھی ملتا ہے۔ ایک جگہ مذکور ہے۔

"دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا، وہ نہ چلائے گا نہ اپنی صدا بلند کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنی جاتی ہے۔ وہ بندہ اندھی آنکھوں کو بینائی بخشتا، بہرے کانوں کو کھولتا اور مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ میں اس کو وہ دوں گا جو میں نے کسی کو نہیں دیا وہ بندہ احمد ہے کہ وہ اپنے رب کی تازہ حمد بجا لاتا ہے۔ کوئی اُسے کمزور نہ کر سکے گا اور نہ اُسے مغلوب بنا سکے گا۔ وہ اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا اور وہ نیکوکار لوگوں کا ساتھی ہے اس کے ذریعے میری حجت ثابت و برقرار ہوتی ہے۔

یہودا (یعنی خدا) میں ہوں، یہ میرا نام ہے اور اپنی شوکت دوسروں کو نہ دوں گا اور وہ ستائش جو میرے لئے ہوتی۔ کھودی ہوئی مورتیوں (بتوں) کے لئے ہونے نہ دوں گا۔

دیکھو سابق پیشین گوئیاں بر آئیں اور میں نئی باتیں بتاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں بیان کرتا ہوں۔

"خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو اور تم جو اس میں بسے ہوئے بحری ممالک اور اس کے باشندو! تم زمین پر سرتاسر

اسی کی ستائش کرو۔ بیابانِ عرب اور اس کی بستیاں، قیدار کے دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اس کی ثنا خوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائے گا وہ چلائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا وہ اپنے دشمنوں پر غالب ہوگا۔" [۱]

اس پیشین گوئی میں سلع کا ذکر ہے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جنگِ خندق یہیں ہوئی تھی۔ پیشین گوئی میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پیشین گوئی میں قیدار کا بھی ذکر ہے۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے۔ قریش اسی کی اولاد ہیں لہٰذا یہاں قیدار سے مراد اہلِ قریش ہیں اس میں جنگی مرد کے دشمنوں پر غالب آنے کا ذکر ہے اس لئے اس پیشین گوئی کے الفاظ حرف بہ حرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق ہیں۔ آپ ہی کی بدولت دنیا کے ایک بڑے حصہ سے بت پرستی کا خاتمہ ہوا اور توحید کا اقرار بھی آپ ہی کی بدولت ہوا۔ اللہ کا نام بھی آپ اور آپ کے صحابہؓ نے بلند کیا بحر و بر میں خدا کا نام لیا جانے لگا۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاہ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ:۔

"میں ایک نبی اُمّی کو مبعوث کروں گا جس کے ذریعے میں بہرے، کانوں بند دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھولوں گا۔ وہ نبی مکہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ کی جانب ہجرت کریں گے اور ان کی مملکت شام تک ہوگی۔ میرے اس بندے کا نام متوکل، مصطفیٰ، مرفوع، حبیب، محبوب اور مختار ہوں گے

---

[۱] کتاب اشعیاہ باب ۴۲، بحوالہ پیغمبرِ اعظمؐ ص ۲۶-۲۷ ؎

وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں گے بلکہ عفو و درگزر اور بخشش سے کام لیں گے۔ مومنوں پر بڑے رحم کرنیوالے ہوں گے جانوروں پر بوجھ لدا دیکھ کر اور یتیم کو بیوہ کی گود میں دیکھ کر آبدیدہ و دل گرفتہ ہو جائیں گے۔ وہ نہ ترش رو ہوں گے نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں گھومتے پھریں گے وہ نازیبا اور ناشائستہ گفتگو نہ فرمائیں گے وہ اس قدر باوقار ہوں گے کہ اگر چراغ کے پہلو سے نکل جائیں تو اس کی لو نہ پھڑکے گی اور اگر لکڑی پر چلیں گے تو بھی قدموں کی آواز نہ آئے گی۔ آپؐ بشیر و نذیر ہیں۔ ہر خوبی کے لئے آمادہ۔ ہر پسندیدہ اخلاق سے آراستہ وقار آپؐ کا لباس، نیکی آپؐ کا شعار، تقویٰ آپؐ کا ضمیر، دانائی آپؐ کی عقلمندی، صدق و وفا آپؐ کی طبیعت، عفو و بھلائی آپؐ کا اخلاق انصاف آپؐ کی سیرت، حق آپؐ کی شریعت، ہدایت آپؐ کی راہنما اسلام آپؐ کی ملت اور "احمد" آپؐ کا نام ہے۔ میں آپؐ کے ذریعے گمراہوں کو ہدایت اور ناواقفوں کو علم عطا کروں گا۔ اور آپؐ کے ذریعے سے پست لوگوں کو اٹھاؤں گا۔ غیر معروف لوگوں کو عزت دوں گا۔ کم مایہ لوگوں کو مال کثیر دوں گا۔ ناداروں کو تونگر بناؤں گا۔ جدائی کے بعد ملاؤں گا اور مختلف خیال رکھنے والے افراد اور مختلف قوموں کو باہم ملاؤں گا اور آپؐ کی امت کو بہترین اُمت بناؤں گا جو لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں گے۔ بُرائیوں سے روکیں گے مجھ پر اور میری توحید پر پکا اور سچا ایمان رکھیں گے میرے تمام رسولوں کی کتابوں پر ایمان لائیں گے اور یہ لوگ اوقات (نمازوں) کا خیال رکھیں گے۔ ایسے دلوں ایسے چہروں اور ایسی روحوں کو خوشخبری ہو جو میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں ان کو

مسجدوں میں، مجلسوں میں، اپنی خوابگاہوں میں اور اپنے ٹھکانوں میں تسبیح، تحمید، تکبیر اور توحید کرنے کی توفیق دوں گا۔ وہ لوگ نمازوں میں اپنی صفیں بنائیں گے جیسے فرشتے عرش کے گرد صف بناتے ہیں۔ وہ لوگ میرے دوست اور انصار ہیں۔ میں ان کی خاطر اپنے دشمنوں (بت پرستوں) سے انتقام لوں گا۔ وہ لوگ قیام، قعود، رکوع اور سجود کی حالت میں نماز ادا کریں گے۔ وہ میری رضا و خوشنودی کی خاطر اپنے گھر اور شہر کو چھوڑیں گے ہزاروں کی تعداد میں، میری خاطر اپنی جان و مال لٹانے نکلیں گے اور میری راہ میں صفیں بنا کر لڑیں گے ان کا دین آخری، ان کی کتاب آخری اور ان کی شریعت آخری ہوگی پس جو شخص اس اُمت کے زمانے میں ایسا آیا جو ان کی کتاب پر اور ان کی شریعت پر اور ان کے دین پر ایمان نہ لایا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میں اس سے بری ہوں۔ میں ان لوگوں کو تمام قوموں میں بہترین اور اُمت وسط بناؤں گا اور یہ لوگوں پر روزِ قیامت گواہ ہوں گے۔ ان لوگوں کی شان یہ ہوگی کہ جب غصے میں ہوں گے تو لا الٰہ الا اللہ کہیں گے۔ کسی بات پر ناگواری محسوس کریں گے تو میری تسبیح کریں گے وہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو وضو کے ساتھ پاک و صاف کرتے ہیں۔ ہر نشیب و فراز پر تہلیل و تکبیر کرتے ہیں، کتاب اللہ ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا منادی یعنی موذن اپنی آواز سے فضائے آسمانی میں گونج پیدا کر دیتا ہے جس طرح شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے خوشخبری ہو اُسے جو اُن کے ساتھ ہے اور اُن کے دین اور اُن کے طریقہ اور اُن کی شریعت پر ہے۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں دیتا

ہوں اور میں ہی صاحبِ فضلِ عظیم ہوں۔ [۱]

یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پوری طرح صادق آتی ہے اس لئے کہ آپ کا وجودِ گرامی مندرجہ بالا تمام خصائص وکمالات کا آئینہ دار تھا۔ قرآن میں ارشادِ ربانی ہے :-

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝ [۲]

اور بیشک اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ اخلاق کے عظیم ترین مرتبے پر فائز ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا ارشادِ گرامی ہے :-

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

"میں تو مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

ہادیٔ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسان کے خیر خواہ تھے خیر طلب تھے رؤف الرحیم بھی ہیں اور بشیر و نذیر بھی، قرآن کی ہر تعلیم آپ کی حیاتِ طیبہ میں پیوست ہوگئی تھی۔ قرآن کا ہر حکم آپ کی زندگی کا عنوان بن گیا تھا چنانچہ حسنِ خلق اور حسنِ عمل کی وہ تمام تعلیمات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیش فرمائیں ان سب کا اعلیٰ ترین نمونہ بن کر خود آپ پیش ہوئے۔ غرض آپ مجسم قرآن تھے اور پیکرِ وحی والہام تھے اسی لئے خدائے بزرگ و برتر نے اعلان فرما دیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [۳]

اے مسلمانو! تمہارے لئے رسولِ خدا کی ذاتِ گرامی ایک بہترین نمونہ ہے۔

---

[۱] الخصائص الکبریٰ حصہ اول ص ۳۵ تا ۳۷۔ [۲] سورۃ القلم : ۴

[۳] سورۃ الاحزاب : ۲۱

ساتھ ہی خالقِ کائنات نے یہ بھی فرما دیا:-

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ق
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ؎۱

"پس اے ایمان والو، یہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو کچھ تمہیں دیں لے لو جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ خدا کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد بابِ نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اب آپ کے بعد کسی نئے نبی نے نہیں آنا روزِ محشر تک آپؐ ہی کی نبوت و رسالت رہے گی اس لئے آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اب آپؐ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا آپؐ ہی کی اُمت کی ذمہ داری قرار پائی ہے تاکہ یہ آپؐ کے لائے ہوئے دینِ حق کو ابد تک لوگوں کے سامنے پیش کرنے اور دنیا میں اُسے قائم و نافذ کرنے کا فریضہ ادا کرتی رہے۔

قرآن میں مذکور ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ؎۲

"اب دنیا میں وہ بہترین جماعت تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

حضرت اشعیاہ علیہ السلام کی پیشین گوئی میں جس اُمت وسط یعنی اعتدال پسند اُمت کا ذکر آیا ہے۔ وہ اُمت مسلمہ ہی ہے۔

؎۱ سورہ الحشر: ۷ ؎۲ سورہ آلِ عمران: ۱۱۰

قرآن پاک میں ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[1]

"اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو امتِ وسط (اعتدال پسند امت) بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہوں"

حضرت اشعیاء علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی پیشین گوئی یوں فرمائی :-

"عرب کے صحراؤں میں رات کاٹو گے اے ددانیو کے قافلو۔ پانی لیکر پیاسوں کے استقبال کو آؤ۔ اے تیما کے باشندو، روٹی لے کر بھاگنے والوں سے ملنے آؤ کیونکہ وہ ننگی تلواروں سے کھینچی ہوئی کمانوں سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں"[2]

اس پیشین گوئی میں ددانیو اور تیما کا ذکر ہے۔ ددان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے جب کہ تیما حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ انصار مدینہ انہی کی اولاد میں سے تھے۔ ددانی مدینہ منورہ کے باشندے کہلاتے تھے جبکہ تیما نواحِ مدینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس پیشین گوئی میں انصارِ مدینہ کی طرف سے مہاجرینِ مکہ کی نصرت وحمایت کا تذکرہ ہے جو کفارِ مکہ کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے۔ لہٰذا حضرت اشعیاء کی یہ پیشین گوئی "ہجرت" کی نشان دہی کرتی ہے

بخاری شریف کے مطابق حضرت احبار جو ایک ممتاز یہودی عالم کے فرزند تھے۔ دولتِ ایمانی سے سرفراز ہوئے اور جب ان سے کتب سابقہ میں حضورؐ سے

---

[1] البقرہ ، ۱۴۳ [2] کتاب اشعیاء باب ۲۱ ، بحوالہ پیغمبر اعظم ص ۲۷

متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے حضرت اشعیاہ کی پیشین گوئیاں بیان فرمائیں۔

ابونعیمؒ نے بہ طریق شہر بن حوشب حضرت کعبؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میرا باپ تمام لوگوں میں تورات کے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے مجھ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔ جب ان کا وقتِ رحلت آیا تو مجھے بلا کر کہا

میں نے اپنے علم میں کوئی بات تم سے پوشیدہ نہیں رکھی۔ ماں دو صفحات میں نے چھپا لئے تھے جن میں آنے والے نبیؐ کا تذکرہ تھا۔ ان کی آمد کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں نے تمہیں یہ دو صفحات اس لئے نہیں بتلائے کہ کہیں تم کسی جھوٹے نبی کے پیچھے نہ لگ جاؤ میں نے یہ صفحات طاقچے میں رکھ کر اوپر لیپائی کر دی ہے۔ تم انہیں ابھی نہ نکالنا۔

کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری بھلائی مقصود ہوئی اور آخری نبیؐ کا ظہور ہو گیا تو تم ان کے پیرو بن جاؤ گے۔ پھر میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ اُن کو دفنانے کے بعد مجھے ان دو صفحات کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ میں نے اُنھیں نکال لیا۔ اُن میں یہ تحریر درج تھی۔

"محمدؐ رسول اللہ، خاتم النبیّین ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہے آپ نہ بد مزاج ہیں اور نہ بد خُلق، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے والے ہیں۔ وہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ اُن کی اُمت بہت زیادہ حملہ کرنے والی ہوگی۔ وہ لوگ ایسے ہوں گے کہ ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے۔ ان کی زبانیں حمد و سپاس میں سرگرم، وہ دشمنانِ دین کے مقابلے میں اپنے نبیؐ کی مدد کریں گے۔ اپنی شرم گاہوں کو دھوئیں گے اور اپنی کمر کے درمیان تہبند باندھیں گے۔ خدا کی کتاب اُن کے سینوں میں ہوگی اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر اس طرح رحم کریں گے جیسے ایک ماں کی اولاد میں محبت ہوتی ہے۔ وہ

لوگ قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ۔

کعب احبار کا کہنا ہے کہ ان صفحات کے مطالعے کے کچھ عرصہ بعد مجھے خبر ملی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہو گئے۔ میں نے تاخیر کی تاکہ اچھی طرح ثبوت مل جائے پھر آپؐ کا وصال ہوا اور آپؐ کے خلیفہ متعین ہوئے اور ان کا لشکر ہم تک پہنچا۔ میں نے دل میں عہد کیا کہ میں اس دین میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گا جب تک ان لوگوں کی سیرت نہ دیکھ لوں۔ اسی طرح میں تاخیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروقؓ کے مقرر کردہ عامل ہماری طرف آئے اور میں نے ان کے اندر وفائے عہد اور جملہ علامات دیکھیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی امت اور وہی لوگ ہیں جن کا میں انتظار کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے ایک رات میں نے اپنے مکان کی چھت پر کسی کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سنا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا ۔[1]

اے کتاب والو! مان لو اس کتاب (قرآن) کو جو ہم نے اب نازل کی ہے اور جو کتاب کی تائید و تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی۔ اس پر ایمان لے آؤ قبل اس کے ہم چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دیں۔

میں ان آیات کو سن کر اس قدر ڈرا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ صبح ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ میرا چہرہ گدی کے بل پھیر دے گا۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی اسلام لانے کیلئے مسلمانوں کی جانب لپکا۔

اسی روایت کو ابن عساکر نے بہ طریق مسیب بن رافع اور دوسرے بہت سے اصحابؓ سے نقل کیا ہے۔[2]

---

[1] سورۃ النساء ، ۴۷ [2] الخصائص الکبریٰ حصہ اوّل ص ۳۷ تا ۳۹

حضرت اشعیاہ علیہ السلام کی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے:۔

"آلِ قیدار کی محلات سے جنگلوں اور شہروں کو بھر دیں گے۔ وہ تسبیح کریں گے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اذانیں دیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی بیان کریں گے اور بحر و بر اور ہر خشکی و تری میں خدا کی پاکی اور اس کی تسبیح پھیلا دیں گے اور زمین کے آخری کنارے سے غلغلہ تکبیر بلند کرتے تیزی کے ساتھ آئیں گے اور اپنے پاؤں کو ماریں گے جس طرح گل کاری کرنیوالا مٹی کو پاؤں سے گوندھتا اور کوٹتا ہے" [1]

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ محبت کے ساتھ آئیں گے اور ان کا تیزی کیساتھ آنا، حج کے لئے بسرعت کے ساتھ آنا، آواز بلند کرنا، تلبیہ یعنی لبیک کہتے ہوئے آنا اور طواف میں رمل یعنی اکڑ کر چلنا مراد ہے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آلِ قیدار سے مراد اہل عرب ہیں اس لئے کہ باجماع حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پوتے کا نام قیدار ہے [2]۔ ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اشعیاہ کی کتاب میں مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ اور حجر اسود کا بھی ذکر ہے کہ وہ حجر اسود کا استیلام یعنی بوسہ دیں گے۔ حضرت اشعیاہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

"آگاہ رہو میں صیہون یعنی مکہ مکرمہ میں اپنا گھر (بیت اللہ) بنا دوں گا جس کے گوشہ میں حجر اسود ہے اور اُسے عظمت و کرامت دی گئی

---

[1] مدارج النبوۃ حصہ اول ۔ ص ۲۰۰ ۔ ۲۰۱ ؎

[2] قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند تھے تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے یسعیاہ ۲۱/۱۶ ، ۴۲/۱۱ ، یرمیاہ ۴۹/۲۸ (بحوالہ رحمۃ للعالمین جلد اول قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

ہے۔ اُسے بوسہ دیا جائے گا۔ اور اللہ نے مکہ مکرمہ سے ارشاد فرمایا۔
" اے عاقر (یعنی بانجھ) تو خوش ہو اور تسبیح کے ساتھ گویائی کر کہ تیرے اہل (یعنی ماننے والے) میرے اہل سے زیادہ ہوں گے۔ اپنے اہل سے مراد، اہل بیت المقدس بنی اسرائیل لیا ہوگا اور مکہ کے حج و عمرہ کرنے والے ان سے زیادہ ہوں گے اور یہ کہ حق تعالیٰ نے مکہ کو " عاقر" یعنی بانجھ سے تشبیہہ دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اسماعیلؑ سے پہلے یہاں کوئی آبادی نہ تھی اور نہ وہاں کوئی کتاب ہی نازل ہوئی بخلاف بیت المقدس کے وہاں بکثرت انبیاء علیہم السلام ہوئے اور وہ مہبط وحی رہا۔ نیز کتاب اشعیاہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے فرمایا :-
" قسم ہے مجھے اپنی ذات کی کہ جیسا کہ مجھے قسم تھی حضرت نوحؑ کے زمانہ میں کہ میں نے اہل زمین کو طوفان سے غرق کیا۔ اسی طرح اب تیرے لئے مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ میں تجھ سے کبھی ناراض نہ ہوں گا اور نہ کبھی تجھے چھوڑوں گا۔ جب تک کہ تمام پہاڑ اپنی جگہ سے نہ جائیں اور اس کے قلعے پست نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک اپنی نعمتیں تجھ سے زائل نہ کروں گا۔ خدا کی عظمت و توقیر تجھ پر ہے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے ظہور کی بشارت ہے۔[1]

---

[1] مدارج النبوۃ حصہ اوّل صفحہ ۲۰

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند تھے جن کی اولاد آگے چل کر بنی اسرائیل کہلائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ضرب المثل تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اگرچہ اور بھی کئی بیٹے تھے لیکن انہیں سب سے زیادہ محبت حضرت یوسفؑ سے تھی۔ وہ انہیں کسی وقت بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ بھائیوں نے جب دیکھا کہ باپ کا پیار یوسفؑ سے بہت بڑھ رہا ہے تو وہ حضرت یوسفؑ کو سیر کے بہانے لے گئے اور پہلے سے طے شدہ سازش پر عمل کرتے ہوئے انہیں ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ رات کو روتے ہوئے گھر واپس آ گئے۔ اور باپ سے کہا کہ ہم آپس میں دوڑ لگا رہے تھے۔ یوسفؑ سامان کی حفاظت کر رہے تھے کہ ایک بھیڑیا آیا اور انہیں اٹھا کر لے گیا۔ تلاش کے بعد یوسفؑ کا خون آلود کرتا ہمیں ملا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے سوائے صبر کے چارہ ہی کیا تھا۔ بیٹے کے فراق میں روتے اور اللہ سے ان کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگے۔ اُدھر حضرت یوسف علیہ السلام نے "چاہ کنعان" میں ذکرِ خداوندی شروع کیا۔ مدارج النبوت میں لکھا ہے :-

"حضرت یوسف علیہ السلام نے "چاہ کنعان" میں بعض غیبی احوال کا مشاہدہ کیا جنت، دوزخ، حور، عرش اور ملائکہ کو دیکھا۔ عرش کے ارد گرد ماحول کا جائزہ لیا، ملائکہ کو مشغول استغفار پایا۔ عرش پر ہر طرف نام محمدؐ لکھا پایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ بتایا گیا کہ آپؐ ہی نبی رحمت اور شفیع اُمت ہیں۔"

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے نجات کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے ذکرِ نبیؐ کی برکت سے کنوئیں میں ایسا درخت پیدا کیا جس کی شاخیں کناروں کو چھو رہی تھیں ان میں پکے ہوئے میوے تھے

جنہیں یوسف علیہ السلام نے کھایا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس کنوئیں سے نکالنے کا انتظام بھی فرمایا۔ مصر کی حکمرانی بھی دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن سے اُن کے باپ کی بینائی بھی ٹھیک ہوگئی۔ یعقوب علیہ السلام کو اپنا گم گشتہ یوسف بھی مل گیا۔

انبیائے آل اسرائیل میں حضرت الیسع علیہ السلام جنہیں "یسعیاہ" کہا جاتا ہے ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ[۱]

یعنی اور اسماعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔

دیگر انبیاء کی طرح حضرت الیسع علیہ السلام نے پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔

" سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس آئے گی۔ اونٹنیاں کثرت سے تجھے آکر چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں آویں گے وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خدا کی بشارت سنائیں گے (خدا کی حمد کا اعلان کریں گے)

---

[۱] سورہ الانعام: ۸۶

قیدار کی بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔" [1]

اگرچہ یہ عبارات مبہم ہیں لیکن ان کے اشارات کو دیکھا جائے تو اس سے جو مطلب واضح ہوتا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ سرزمین عرب میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جو لوگوں کو راہ ہدایت دکھائیں گے۔ قیدار اہل قریش کی ساری حشمت خاک میں مل جائے گی۔ سرزمین عرب ہی نہیں اس کے ساتھ دور دور تک پیغام حق پہنچے گا۔ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوں گے۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا جائے گا۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی۔ دنیا کے کونے کونے سے زائرین آئیں گے۔ فریضہ حج ادا کریں گے اور اللہ کی راہ میں جانوروں کی قربانی دیں گے

حضرت الیسع علیہ السلام کے بارے میں حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الیسع علیہ السلام پر وحی کی کہ تم اپنی قوم میں تبلیغ کرو تاکہ میں اپنے روح سے، تیری زبان میں فصاحت و روانی پیدا کردوں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور تحمید و تہلیل بیان کی اور فرمایا :-

"اے آسمان! بگوش ہوش سن لے اور اے کوہ و زمین! خاموش ہو جاؤ اور میرے ہم آواز بن جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل جنہیں اس نے اپنی نعمتوں سے پالا اور جہاں میں بزرگی بخشی اور اپنے انعام و اکرام کے لئے مخصوص فرمایا؟"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت الیسع علیہ السلام کی زبان پر عتاب آمیز کلمات جاری ہوگئے۔ اختتامیہ جملے یہ تھے۔

---

[1] کتاب یسعیاہ باب ۶۰ بحوالہ پیغمبر اعظم حصہ اول ص ۲۹ - ۳۰ ؎

انصاف کے مطابق ہیں اس روز سے جس دن سے میں نے زمین و آسمان پیدا کئے یہ مقدر کر چکا ہوں کہ نبوت بنی اسرائیل کے سوا کسی اور کو دے دوں اور ان سے ملک اور حکومت بھی واپس لے لی گئی اور بھیڑ بکریاں چرانے والی جماعت کو اس کا محل ٹھہراؤں گا اور ایک ایسی جماعت کو عزت و توقیر بخشوں گا جو چشم عالم میں خوار ہوگی اور ایک ایسی جماعت کو طاقت بخشوں گا جو ضعیف و نزار ہوگی اور ایک ایسے طائفہ کو دولت و ثروت سے نوازوں گا جو فقیر و نامراد ہوگا اور ان میں سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کروں گا جو بہروں کو کان عطا کرے گا۔ اندھوں کو آنکھیں عطا کرے گا اور دلوں کے پردے اتار دے گا۔ اس کا مقام پیدائش مکہ معظمہ ہوگا اور اس کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہوگی اور اس کا ملک شام ہوگا۔ وہ بندہ متوکل و برگزیدہ ہوگا۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر سے کام لے گا۔ مومنوں پر رحیم و کریم ہوگا۔ جانوروں پر بوجھ کی زیادتی دیکھ کر افسوس و گریہ کرے گا اور بیوہ عورتوں اور یتیموں کو آغوش شفقت میں لے گا۔ پہلو میں جلتا ہوا چراغ (دل) تو بجھ سکتا ہے مگر اس کے دامن کی ہوا سے جلتا ہوا چراغ نہیں بجھے گا اور اگر بانس کی خشک لکڑی کو آپ زیر قدم رکھیں گے تو اس میں سے آواز نہیں آئے گی۔ اُن کی اہل بیت سے سابقین، صدیقین، شہداء اور صالحین ہوں گے اور اس کے بعد ان کی اُمت حق و صداقت کی طرف رہنمائی کرے گی امر بالمعروف اور نہی منکر کا حکم دے گی۔ نماز و زکوٰۃ ادا کرے گی اور ایفاء عہد کرے گی اور جس چیز کا میں نے آغاز کیا ہے اسی پر ختم کروں گا اور یہ سب کچھ ان کے لئے میرے فضل و عنایت سے

ہے اور میں جسے چاہوں اور جو چاہوں عطا کردوں، میں ہی فضلِ عظیم والا ہوں" [۱]

حضرت المسیح علیہ السلام کی یہ پیشین گوئیاں بالکل واضح ہیں۔ حضرت اشعیاہ علیہ السلام نے بھی ایسی ہی ایک پیشین گوئی کی تھی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ سرزمین شام پر مسلمانوں نے فتح وحکمرانی کے جھنڈے گاڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ آپ رحیم وکریم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر ایک سے شفقت اور ہمدردی سے پیش آتے۔ یتیموں، بیواؤں اور مساکین کی تکالیف پر غمگین ہو جاتے۔ بقولِ باسورتھ اسمتھ:۔

"پیغمبر کی توجہ خصوصی کے مرکز غلاموں کی طرح یتیم بھی ہے۔ وہ خود بھی یتیم رہ چکے تھے اس لئے دل سے چاہتے تھے جو حُسنِ سلوک اُن کے ساتھ خدا نے کیا ہے وہی دوسروں کے ساتھ رکھیں" [۲]

ایک اور مستشرق ڈاکٹر رابرٹس لکھتے ہیں :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے یتیموں کے باب میں اپنی خاص توجہ مبذول رکھی۔ یتیموں کے حقوق کا بکثرت ذکر اُن سے بدسلوکی کرنے والوں اور ان کے حقوق غصب کرنے والوں کے خلاف سخت سے سخت وعیدیں سیرتِ محمدی کے اس پہلو کو ظاہر کرتی ہیں جس پر مسلمان مصنفین کو بجا طور پر ناز ہے" [۳]

ایک فرانسیسی دانشور پروفیسر سیڈیو اعتراف کرتے ہیں۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکرِ خدا کرنیوالے، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔

۱؎ شواہد النبوۃ ص ۴۰-۱۴۱ ؛ ۲؎ محمد اینڈ محمڈنزم ص ۲۵۱ ؛ ۳؎ سوشل لاز آف دی قرآن ص ۴۲-۱۴۱

میں قریب و بعید آپؐ کے نزدیک برابر تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے۔ غربا میں رہ کر خوش ہوتے۔ کسی غریب کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے۔ اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے۔ کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہؓ سے بکمال محبت فرمایا کرتے۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے، اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے۔ دشمن اور دوست سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے۔ [1]

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی پہلی پیشین گوئی کے آخری الفاظ یہ ہیں :-

"میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی بخشوں گا"۔ اس کو بزرگی بخشنے کا یہ مطلب ہے کہ تمام دنیا میں اس گھر کا بول بالا رہے گا۔ اس کی بزرگی کا یہ عالم ہے کہ آج تک فاتح اقوام نے اس کو فتح نہیں کیا۔ اس کی عظمت و بزرگی کا یہ عالم ہے کہ تمام دنیا کے کسی عبادت خانہ پر اتنا اجتماع نہیں ہوتا جتنا کہ بیت اللہ میں حج کے ایام میں ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس کی بزرگی، عظمت اور شان و شوکت کا برملا اظہار کرتی ہیں۔ یروشلم یا بیت المقدس پر ہرگز ہرگز یہ الفاظ صادق نہیں آتے کیونکہ یسعیاہ (المسیح) سے لے کر آج تک اسے جلال نہیں بخشا گیا بلکہ یروشلم بارہا مرتبہ برباد ہوا۔ اسے آگ لگائی گئی۔ پس حقیقت یہی ہے کہ شوکت کا گھر خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ ہی ہے۔ [2]

اور یوں اس پیشین گوئی کا ایک ایک حرف پیغمبر آخر حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتا ہے۔

---

[1] محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں ص ۷۳-۷۴۔ از مولانا محمد حنیف یزدانی۔

[2] آخری نبی اور تورات موسوی ص ۱۵۴۔ از مولانا بشیر احمد جالندھری۔

حضرت ملاکی علیہ السلام جو آلِ اسرائیل میں مبعوث ہوئے انہوں نے بھی ہادیٔ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت ان الفاظ میں سنائی :-

" وہ خداوند جس کی تم تلاش میں ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل (خانہ کعبہ) میں ناگہاں آئے گا۔"

دیکھو وہ یقیناً آئے گا۔

رب الافواج فرماتا ہے لیکن اس کے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکے گا اور وہ جب نمودار ہوگا کون کھڑا رہے گا؟ [1]

ملاکی نبیؑ کی اس پیشین گوئی میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ اچانک مکہ مکرمہ کے قریب جا پہنچے۔ آپ نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل لشکر اسلام کے سالاروں کو ہدایت کر دی کہ بجز ایسے اشخاص کے جو مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے آئیں کسی پر ہتھیار نہ چلایا جائے۔ کسی کو پریشان نہ کیا جائے اور نہ کسی کو لوٹا جائے۔

نہایت تیزی اور مستعدی سے لشکر اسلام دشوار گزار پہاڑی راستوں سے ہوتا ہوا مکہ مکرمہ تک پہنچا تھا۔ دوسرے روز لشکر اسلام موج در موج مکہ کی طرف بڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو ایک ٹیلے پر کھڑا کر دیا جائے تاکہ وہ خدا کی فوجوں کا نظارہ کریں۔ لشکر میں شامل مختلف قبائل اپنے جھنڈے لہراتے اور اپنے رجز پڑھتے اپنی اپنی باری پر یکے بعد دیگرے گزرتے رہے اور اسی طرح خدا

[1] ملاکی نبی کی کتاب باب ۳ بحوالہ کتاب پیغمبر اعظم جلد اول ص ۲۳ ؂

کے سپاہیوں کا یہ سیل بے پناہ ابوسفیان اور اُن کے ساتھ مشرکین قریش کے احساس برتری اور فخر و نسب کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔[۱] لشکرِ اسلام کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا اور یوں مکہ فتح ہو گیا۔ اہلیانِ مکہ جوق در جوق پرچم اسلام تلے جمع ہونے لگے۔ خانہ کعبہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کر کے اس کی بزرگی، طہارت اور مرکزیت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحال کیا۔ اور کعبہ شریف آخری اور حتمی طور پر خدائے واحد کی عبادت و اطاعت کے لئے وقف کر دیا گیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے برگزیدہ نبی تھے۔ آلِ اسرائیل میں آپ بلند مقام رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم میں مبعوث ہوئے۔ وہ ساری کی ساری گناہوں اور بداعمالیوں میں گھری ہوئی تھی۔ خدائے واحد کی بجائے بتوں کی عبادت کرتے۔ خرید و فروخت میں پورا لینا اور کم تولنا ان کا عام پیشہ تھا وہ چوریاں کرتے اور ڈاکہ ڈالتے۔ اُن کی صرف ایک ہی خواہش تھی وہ یہ کہ کسی نہ کسی طریقے سے دولت جمع کی جائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے آپ نے ہر طریق سے قوم کو سمجھانے کی کوشش کی اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ خدائے واحد کی پرستش کرو اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں خرید و فروخت میں ناپ تول کو پورا رکھو ملاوٹ سے باز آجاؤ۔ اگر تم اپنی کامیابی چاہتے ہو تو تمام بُرے کاموں سے باز آجاؤ۔

---

[۱] رسول اللہ میدانِ جہاد میں ص ۱۹۱، از احسان بی اے۔

مگران لوگوں پر شعیب علیہ السلام کے واعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی جب قوم کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ زلزلہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آگ کی بارش برسائی اور یوں نافرمان لوگوں سے زمین پاک ہو گئی۔ حضرت شعیب اور ان کے چند پیروکار اس عذاب سے بچے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو پیغمبر آخر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی بشارت سنائی۔ آپ کے کلام میں ہے

"میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہو گئی۔ ان میں سے ایک خچر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔ خچر سوار ماہتاب و آفتاب کے حسن کا مالک تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جبکہ شتر سوار آفتاب و ماہتاب کے حسن کو شرما رہا تھا یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم تھے۔"[1]

حضرت شعیب علیہ السلام کے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں لکھا ہے :-

"اے قوم میں نے ایک صورت انور اونٹ پر سوار دیکھی ہے جو اپنی ضوفشانی میں چاند سے مشابہ تھی۔"[2]

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمال مطلق کے محبوب ہیں

نازاں ہے جس پہ حسن، وہ حسن رسول ہے
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے

---

[1] معارج النبوت ص ۳۷-۳۸   [2] شواہد النبوت ص ۳۱

بشارات

حضرت موسیٰ علیہ السلام

یہودیوں کا قدیم نام بنی اسرائیل ہے جو عبرانی لفظ ہے اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اسر کے معنی ہیں "عبد" اسرائیل کے لفظی معنی ہیں "عبداللہ" یا اللہ کا بندہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل اسرائیل کے نام پر بنی اسرائیل کہلائی:

"عہد نامہ عتیق کے مطابق، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسماعیل اور اسحاق، اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے جن میں سے بڑے کا نام عیسو تھا جبکہ چھوٹے کا نام یعقوبؑ تھا۔ انہی کا دوسرا نام اسرائیل تھا۔ اسرائیل کے بارہ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے کا نام یہوداہ اور سب سے چھوٹے کا نام بن یامین تھا۔"

فلسطین کی ایک ریاست جو "یہودیہ" کے نام سے موسوم تھی یہیں یہوداہ اور بن یامین کی نسل آباد ہوئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہود کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا یعنی یہ لوگ یہود کہلائے۔ تمام یہود نسلی لحاظ سے بنی اسرائیل ہیں لیکن تمام بنی اسرائیل یہود نہیں گو بعد کے زمانے میں یہود اور بنی اسرائیل ہم معنی الفاظ استعمال ہونے لگے اسی لئے عرف عام میں بنی اسرائیل کو یہود سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

یہودیوں کے اصلی وطن کے بارے میں مورخین میں شدید اختلاف ہے۔ محققین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ عراق ان کا قدیم مسکن تھا۔ اسرائیلیوں کے جد اعلیٰ

بابل کے ایک شہر "اُر" کے رہنے والے تھے۔

مشہور مؤرخ کیلٹ کے مطابق:-

"اسرائیلیوں کے مصری آثار سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ یہودی فلسطین میں یوشع کی فتح سے پہلے بھی آباد تھے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہودی دریائے فرات کے ساحلی علاقے کے رہنے والے تھے ان کے آباؤ اجداد قدیم زمانے سے فرات کے اس پار بستے تھے۔" لہ

دو ہزار سال قبل مسیح میں یہودی عراق سے شام و فلسطین کے علاقوں میں پھیل گئے۔ انہوں نے بدویانہ زندگی کو خیرباد کہا اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی بعد میں یہ لوگ مصر بھی جا پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے عزیزِ مصر ہو جانے کی وجہ سے بنی اسرائیل کو مصر میں بہت عروج حاصل ہوا۔ بنی اسرائیل کبھی اللہ تعالےٰ کی پسندیدہ اُمت تھی جسے دنیا بھر پر فضیلت عطا کی گئی تھی جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۔ ٢ه

"اے یعقوب (علیہ السلام) کی اولاد میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کیا اور یہ کہ (تمہیں اپنے وقت میں) اس سارے زمانے پر بزرگی دی۔"

اگرچہ یہودیوں کو پوری دنیا پر فضیلت کا اعزاز بخشا گیا تھا اور وہ اس لئے کہ یہ لوگ دنیا کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلائیں مگر اولادِ یعقوبؑ نے اپنا

لہ کیلٹ، مذاہب کی مختصر تاریخ ص ۳۷، بحوالہ مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ ۳۳۵

٢ه البقرہ : ۴۷

فریضہ ادا نہ کیا۔ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ ہم تو پیغمبر کی اولاد ہیں اور ہماری بخشش ہر صورت میں ہو جائے گی خواہ ہم احکام الٰہی کی پابندی کریں یا نہ کریں ان کی اس روش پر اللہ تعالیٰ نے خبردار کرتے ہوئے اعلان کیا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ [1]

" اور اس دن سے ڈرو جب دن کوئی کافر جان دوسری جان کا بدلہ نہ ہو سکے گی (اس کے کام نہ آئے گی) اور نہ کسی کافر جان کے لئے کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ کچھ مال وغیرہ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے گی اور نہ ان کی کچھ مدد کی جائے گی۔"

جب بنی اسرائیل پر کسی تنبیہہ کا کوئی اثر نہ ہوا تو پھر وہی یہود جو اللہ کی پسندیدہ قوم تھی اس کے غضب کا نشانہ بنی۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ [2]

" اور ان پر ذلت وخواری اور ناداری مقرر کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے۔"

چنانچہ آل اسرائیل جو مصر پر حکمرانی کر رہے تھے اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے غلام بنا لئے گئے اور ایک قبطی النسل خاندان برسر اقتدار آ گیا۔ فرعون وقت نے بنی اسرائیل پر ایسے سخت مظالم ڈھائے کہ جن کی مثال تاریخ انسانی میں بہت کم ملتی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

---

[1] البقرہ : ۴۸ [2] البقرہ : ۶۱

پیدا کیا جو چھ لاکھ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے ۱۴۹۱ سال قبل مسیح میں نکال لائے۔ پھر یہی بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں پیش پیش رہے بنو اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان بہت بلند ہے آپ ایک اولوالعزم، صاحب کتاب پیغمبر تھے۔ جب وہ مبعوث ہوئے تو آپ کی قوم لاتعداد معبودوں کی پرستش کرتی تھی۔ خاندانی دیوتا کے علاوہ وہ حجر پرستی، شجر پرستی اور حیوان پرستی بھی کرتی تھی۔

قدیم یہودیوں کے خاندانی اور مقدس پتھروں، درختوں اور جانوروں کے علاوہ کچھ قومی دیوتا بھی تھے۔ ان میں بعل اور مولک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بعل اور مولک سے زیادہ قدیم اسرائیلی دیوتا "الشدائی" تھا جو بعد میں "یہوداہ" کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہوداہ کے بارے میں یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی دشمنوں پر فتح عطا کرتا ہے اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

یہود یہود کا مذہبی ادب عہدنامہ عتیق کہلاتا ہے۔ ان کے مذہبی ادب کو کئی انقلابات سے گزرنا پڑا اور آج جو مذہبی ادب یہود کے ہاں موجود ہے وہ اس وقت سے چودہ سو برس بعد ترتیب دیا گیا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے احکام عشرہ دیئے گئے تھے۔ ان میں سے کچھ کتابیں خود یہودی علماء نے رد کر دیں۔ کچھ اب بھی یونانی زبان میں تراجم کی صورت میں موجود ہیں لیکن مذہبی طور پر ان کی کوئی اہمیت نہیں۔

توراۃ، موجودہ بائبل کا ایک حصہ ہے جسے کتاب مقدس بھی کہتے ہیں۔

اس کے دو اہم حصے ہیں

۱۔ عہدنامہ عتیق۔

۲۔ عہدنامہ جدید۔

عہد نامہ عتیق بمقابلہ عہد نامہ جدید زیادہ ضخیم ہے۔ کل بائبل تمام عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے لیکن یہودیوں کی بنیادی کتاب عہد نامہ عتیق ہے وہ عہد نامہ جدید کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ عہد نامہ جدید انجیل اور دیگر صحائف جو عیسائیوں کے نزدیک مقدس ہیں، پر مشتمل ہے۔

عہد نامہ عتیق یہودیوں کے مختلف مقدس صحیفوں کا مجموعہ ہے۔ علمائے یہود نے اُسے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ تورات۔ قانون یا شریعت

۲۔ صحائف انبیاءؑ

۳۔ صحائف مقدسہ

لہٰذا (تورات نہ تو کل بائبل ہی ہے اور نہ کل عہد قدیم، مندرجہ بالا تقسیم سے واضح ہوتا ہے کہ تورات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحائف یہودیوں کی کتاب مقدس میں شامل ہیں لیکن ان تمام صحائف میں تورات کو خاص اہمیت اور تقدس حاصل ہے۔

تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس میں بنی نوع انسان کی آفرینش سے لیکر بنی اسرائیل کی تاریخ تک اور بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک بحث کی گئی ہے۔ اس تاریخی خاکے میں بنی اسرائیل کے لئے جو معاشرتی اور مذہبی قوانین وضع کئے گئے تھے وہ سب درج ہیں۔ اصل تورات پانچ صحیفوں پر مشتمل تھی جنہیں صحائف موسیٰ یا صحائفِ خمسہ کہا جاتا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ [۱]

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام باب تورات ص ۷۰۳ - ۷۰۴

۱۔ **تکوین** :۔ اس میں زمانہ قبل موسیٰ علیہ السلام سے مجملاً بحث کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آلِ یعقوبؑ کی اہمیت نمایاں کی جائے اور مذہب میں جو تبہ اخلاق کو حاصل ہے اس کی وضاحت کی جائے۔

۲۔ **خروج** :۔ یہ صحیفہ ولادتِ موسیٰؑ سے شروع ہوتا ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر طورِ سینین تک لے کر گئے۔ جہاں اُن سے مقدس میثاق لیا گیا اور اُن کے لئے قوانین وضع کئے گئے۔

۳۔ **لاویین** :۔ اس میں بنی اسرائیل کے لئے دو قوانین ہیں جن کا تعلق خاص طور پر عبادت سے ہے۔

۴۔ **اعداد** :۔ اس میں خروج کے بعد کا تاریخی تبصرہ ہے کہ کس طرح بنی اسرائیل نے صحرا سے نکل کر اُردن اور ماورائے اُردن کا علاقہ فتح کیا۔ اس میں جستہ جستہ احکام و قوانین درج ہیں

۵۔ **تثنیہ** :۔ اس میں تاریخی پس منظر پر نظر ڈالی گئی ہے اور ایک مجموعہ قوانین پیش کیا گیا ہے یہ صحیفہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ذکر پر ختم ہوتا ہے۔

عہد نامہ عتیق جو یہودیوں کے مختلف مقدس صحیفوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں آٹھ صحیفے جو دو اقسام پر منقسم ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(الف) انبیائے اوائل۔

۱۔ یوشع۔ (JOSNUA)

۲۔ قضاۃ۔ (JUDGES)

(۳) سموئیل (SAMUEL)

(۴) ملوک (KINGS)

(ب) انبیائے اواخر۔

(۵) اشعیاہ (ISAIAH)

(۶) ارمیا (JEREMIAH)

(۷) حزقیل (EZEKIEL)

(۸) انبیائے اصاغر (MINOR PROPHETS)

انبیائے اصاغر بارہ صحیفے ہیں لیکن یہ کل مل کر ایک صحیفہ شمار ہوتا ہے۔

عہد نامہ عتیق میں تیسری قسم صحفِ مقدسہ ہے۔ یہ کل گیارہ صحیفے ہیں جو تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

(الف) صحفِ اشعار۔

(۱) مزامیر (PSALMS)

(۲) امثال (PROVERBS)

(۳) ایوب (JOB)

(ب) مجلّاتِ خمسہ

(۴) نشید الانشاد (SONG OF SONGS)

(۵) راعوت (ROTH)

(۶) مراثی (LAMENTATION)

(۷) کتاب جامعہ سلیمان (ECCLESIASTES)

(۸) آستیر (ESTHER)

(ج) بقیہ صحائف

(۹) دانیال (DANIAL)

(۱۰) عزرا (EZRA)

(۱۱) نحمیا (NEHEMIA)

یہ تینوں ملا کر ایک صحیفہ شمار ہوتا ہے بلکہ دس اور گیارہ ایام (CHRONICLES) ہیں

اس طرح یہ کل چوبیس صحیفے ہوئے۔ ان کی اصل زبان عبرانی ہے۔ صرف صحیفہ دانیال اور عزرا کی زبان آرامی ہے۔ یہود کے درمیان اصل عبرانی عہد قدیم میں متداول ہے۔ انگریزی بائبل میں ان صحیفوں کی مزید تقسیم کر کے انہیں انتالیس صحائف شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں " انبیائے اصاغر " کو علیحدہ صحیفہ قرار دیا گیا ہے اور سموئیل، ملوک اور ایام میں مزید تقسیم کر دی گئی ہے۔ نیز اس ترتیب میں بھی ردوبدل ہوتا رہا ہے۔ مثلاً جب عہد قدیم کا ترجمہ یونانی زبان میں پہلی اور تیسری صدی قبل مسیح کے درمیان کیا گیا تو ان صحائف کو موضوع کے اعتبار سے اس طرح مرتب کیا گیا تھا۔

(۱) تاریخ۔

(۲) اشعار۔

(۳) پیش گوئیاں۔

یہ مشہور یونانی ترجمہ سبعین کے نام سے معروف ہے کیونکہ روایات

کے مطابق اُسے ستر مترجموں نے مل کر مکمل کیا تھا۔ اس روایت میں کوئی حقیقت نہیں اس لئے کہ ہمارے پاس قرآن پاک کی شہادت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد دو صحیفے یعنی زبور اور انجیل نازل ہوئے لیکن شریعت موسوی برقرار رہی۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اُسے قائم رکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں؟" [1]

قرآن کریم میں تورات کا ذکر بڑے خوبصورت انداز میں کیا گیا ہے مثلاً، ضیاءٌ فرقان اور رحمت سے تعبیر کیا گیا۔ قرآن کی رو سے وہ تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ وہ اسی طرح منزل من اللہ تھی جیسے قرآن حکیم۔

تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس وقت نازل ہوئی جب کہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات دلا کر مصر سے نکال کر لائے تھے اور جس وقت ان کا گزر جزیرہ نمائے سینا میں کوہِ طور کے پاس سے ہوا۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چالیس روز میں کوہ طور پر نازل ہوئی اور انہوں نے اسے الواح پر لکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان الواح پر ہر شے کے متعلق ہدایت و نصیحت اور امر کی تفصیل تحریر کرا دی قرآن پاک میں اس کی تصدیق یوں ہوئی ہے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً
وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ
قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا [2]

"اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز

---

[1] متی ۵: ۱۷، بحوالہ اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔ [2] سورۃ الاعراف: ۱۴۵

کی تفصیل لکھ دی (اور ہم نے کہا) اے موسیٰ (علیہ السلام) اس کو مضبوط پکڑ لو اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ وہ اس کی اچھی باتوں پر عمل کرتی رہے۔"

تورات بنی اسرائیل کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک ایک مکمل اور مفصل دستورِ حیات تھی جس میں اہم اصولِ حیات سے لیکر جزئیاتِ زندگی تک کے متعلق تفصیلی احکام تھے۔ یہ بڑا جامع دستورِ حیات تھا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ بنی اسرائیل اللہ کی برگزیدہ قوم تھی لیکن جب بنی اسرائیل نے احکامِ خداوندی پر عمل نہ کیا تو وہ اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکی۔ وہ اپنی سرکشی، عصیان اور قتلِ انبیاء وغیرہ کی بنا پر مردود و مغضوب ہوگئی۔

کیا تورات اپنی اصلی صورت میں آج بھی موجود ہے؟ اس کا جواب خود تاریخ کے اوراق دے رہے ہیں کہ اصل تورات دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔ اس نظریہ کی تائید خود "عہد نامہ عتیق" سے ہوتی ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں حضرت یوشع علیہ السلام کی مدد سے تورات کو مرتب کر کے ایک صندوق میں رکھوا دیا تھا[1] یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل میں نہ تو تورات کی تلاوت کا ذوق تھا اور نہ اس کا کوئی سامان، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جانشین حضرت یوشع علیہ السلام کو جب تورات کا نسخہ مرتب کر کے دیا تو یہ فرما دیا تھا اسے ہر ساتویں برس بعد لوگوں کو سنا دیا کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی حکم دیا کہ بنی اسرائیل کا ہر بادشاہ تورات کی ایک نقل اپنے پاس رکھے مگر اس حکم کی تعمیل جاری نہ رہی[2]۔ صرف ہیکل میں تورات کا ایک نسخہ تھا اور تمام بنی اسرائیل وہیں جا کر اسے سن لیا کرتے تھے اور وہ بھی روز نہیں، ہفتے میں

---

[1] استثناء ۳۱: ۲۲-۲۷ یہودیت و نصرانیت از سید ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۱۲؛

[2] History of The English Bible ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ ص ۲۸۷ -

نہیں، مہینے میں نہیں سال میں نہیں بلکہ سات سال بعد، یوں آہستہ آہستہ ایک تو وہ تورات کو بھلا بیٹھے اور دوسرے انہوں نے تورات میں ردوبدل بھی کرنا شروع کردیا۔ قرآن پاک میں ان کی اس حرکت کا ذکر یوں ہوا ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۱؎

"یعنی کچھ یہودی ایسے بھی ہیں جو کلموں کو ان کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا۔"

بنی اسرائیل بعض اوقات صحیح مطلب و مفہوم سمجھنے کے باوجود تورات کی آیات بدل دیتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے۔

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا
عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ۲؎

"اللہ تعالیٰ کا کلام (تورات و انجیل) سنتے تھے پھر اس کے سمجھنے کے بعد اسے دیدہ و دانستہ بدل دیتے تھے"

یہی نہیں بنی اسرائیل مطالب پر بھی تبدیلی کردیتے تھے۔ قرآن میں مذکور ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۝ ۳؎

"اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی تھی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔"

بنی اسرائیل نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ کلام الٰہی کے معنی کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلا ہو بلکہ یہ بھی کیا کہ بائبل میں اپنی تفسیروں کو اپنی قومی تاریخ کو اپنے اوہام اور قیاسات کو، اپنے خیالی فلسفوں کو اور اپنے اجتہاد سے وضع کئے ہوئے

۱؎ النساء : ۴۶ ۲؎ البقرہ : ۷۵ ۳؎ حم السجدۃ : ۴۵

فقہی قوانین کو کلام الٰہی کے ساتھ خلط ملط کر دیا اور یہ ساری چیزیں لوگوں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کیں کہ گویا یہ سب اللہ ہی کی طرف سے آئی ہوئی ہیں۔ ہر تاریخی فلسفہ، ہر مفسر کی تاویل، ہر متکلم کا الٰہیاتی عقیدہ اور ہر فقیہہ کا قانونی اجتہاد جس نے مجموعہ کتبِ مقدسہ (بائبل) میں جگہ پالی وہ اللہ کا قول بن کر رہ گیا۔ اس پر ایمان لانا فرض ہو گیا اور اس سے پھرنے کے معنی دین سے پھر جانے کے ہو گئے [۱] قرآن میں ارشادِ باری ہے :-

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ [۲]

"پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے (بناوٹی) کتاب لکھ لیتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے (آئی) ہے"

چنانچہ قرآن پاک اور عہد قدیم کے دیگر صحائف سے مترشح ہوتا ہے کہ تحریف کا آغاز بہت ابتدائی زمانے سے شروع ہو گیا تھا۔ بعض انبیاء نے بنی اسرائیل نے خود بھی اس کی شہادت دی ہے اور یہودیوں کے اس فعل کو مذموم قرار دیا ہے۔

حضرت اشعیا (علیہ السلام) نے فرمایا:-

"سرزمین ان کے نیچے جو اس پر بستے ہیں نجس ہوئی کہ انہوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانونوں کو بدلا، عہدِ ابدی کو توڑا" [۳]

حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا :-

"تم نے زندہ خدا، رب الافواج، ہمارے خدا کی باتوں کو بگاڑ ڈالا ہے۔" [۴]

---

[۱] یہودیت و نصرانیت صفحہ ۹۲-۹۳ [۲] البقرہ : ۷۹) [۳] اشعیاہ ۲۴ : ۵
[۴] ارمیا ۲۳ : ۳۶ (مجالہ اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام باب تورات صفحہ ۲۰۰)

تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ تورات پر کئی بار تباہی نازل ہوئی اس وجہ سے تورات کے نسخوں کا تواتر ختم ہوگیا۔ پھر یہ کہ جہاں کہیں تبدیلیوں اور زیادتیوں سے مضمون میں اصلاح کی اُمید کی جاتی تھی وہاں تبدیلیاں اور زیادتیاں دلیری سے کر دی جاتی تھیں [۱] یہ کہ یہودیوں کے ہر ایک فرقے نے اپنے اپنے مفاد اور نظریات کے مطابق تورات میں کمی بیشی کی۔"

تورات کی اصل زبان عبرانی تھی۔ ایک عرصہ بعد یہود کی زبان آرامی ہوگئی۔ اس تبدیلی زبان سے بھی تورات میں تحریف لازمی تھی۔ تورات کی پہلی بربادی سنہ ۹۷۱ قبل مسیح میں ہوئی۔ رحبعام شاہِ یہود کی سلطنت کے پانچویں سال سیسق شاہِ مصر نے جب یروشلم پر حملہ کیا اور ہیکل کے ساتھ ساتھ یہودی بادشاہ کے گھر کو لوٹا اس وقت تورات ضائع ہوئی اور تقریباً تین سو برس تک یہ لوگوں کی نظر سے اوجھل رہی [۲] ایک طویل مدت کے بعد جب سردار خلقیاہ جو کاہنوں کا سردار تھا، نے ہیکل یروشلم سے تورات مل جانے کا اعلان کیا اور اس وقت کے بادشاہ یوسیاہ نے جب اس کتاب کو پڑھوایا تو گھبرا کر اپنے کپڑے تک پھاڑ ڈالے۔ [۳] اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ سردار خلقیاہ نے جو کتاب پیش کی تھی کیا وہ حقیقت میں تورات ہی تھی اور یہ تین سو برس کے بعد ہیکل سے کیسے ملی؟

بنی اسرائیل کی ایک ریاست جو یہودیہ کے نام سے جنوبی فلسطین میں قائم ہوئی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بہت جلد شرک اور بداخلاقی میں مبتلا ہوگئی پھر

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد ۱۳ ص ۲۶۹، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۳۲۹

[۲] اول سلاطین باب ۱۴، آیات ۲۵ - ۲۸، "HISTORY OF THE ENGLISH BIBLE" P. 63

[۳] دوم سلاطین باب ۲۲، آیات ۸ تا ۱۱

جب حضرت یسعیاہؑ اور حضرت یرمیاہؑ کی مسلسل تبلیغ اور کوششوں کے باوجود یہودیہ کے لوگ بد اخلاقیوں اور بت پرستی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر بخت نصر کی صورت میں عذاب نازل کیا۔ ۵۹۷ قبل مسیح میں بابل کے تاجدار بخت نصر نے یروشلم سمیت پوری دولت یہودیہ کو مسخر کر لیا اور یہودیہ کا بادشاہ اُن کے پاس قیدی بن کر رہا۔ یہودیوں کی بداعمالیوں کا سلسلہ اس پر بھی بند نہ ہوا اور اپنے پیغمبروں کے سمجھانے کے باوجود وہ اپنے اعمال درست کرنے کے بجائے بابل کے خلاف بغاوت کر کے اپنی قسمت بدلنے کی کوشش کرنے لگے۔ آخر ۵۸۷ قبل مسیح میں بخت نصر نے ایک بھرپور حملہ کر کے یہودیہ کے تمام بڑے چھوٹے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو اس طرح پیوند خاک کیا کہ اس کی ایک دیوار بھی اپنی جگہ کھڑی نہ رہی۔

بخت نصر نے یہودیوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا جو قتل سے بچے انہیں قید کر کے لے گیا اور بابل میں اسیر رکھا۔ زندہ یہودیوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس اسیری سے بچ رہا ہو۔ یہ لوگ ستر برس تک بابل میں قید رہے جب وہاں سے آزاد ہوئے تو اپنی مادری زبان تک بھول چکے تھے اور کلدانی زبان جو بابل کے نواح میں بولی جاتی تھی کے علاوہ کسی دوسری زبان سے آشنا نہ تھے۔ جب بخت نصر نے ہیکل کو تباہ کیا تو اس میں موجود تورات کا نسخہ بھی ضائع ہو گیا۔ [1]

یہودیوں کو جب بابل کی اسیری سے رہائی ملی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں راہِ حق پر چلنے کا ایک اور موقع عطا فرمایا۔

قرآن میں اس جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے:۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ

[1] کتب سماوی پر ایک نظر ص ۱۲۹ تا ۱۳۰، ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ ص ۲۸۷

وَ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ ؎١

" اور اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی "

۵۳۹ سنہ قبل مسیح میں سلطنت بابل کو زوال ہوا۔ ایرانی فاتح سائرس (خسرو) نے بابل کو فتح کیا اور اس کے ایک سال بعد اس نے ایک فرمان کے ذریعے اعلان کیا کہ بنی اسرائیل کو اپنے وطن واپس جانے اور وہاں دوبارہ آباد ہونے کی عام اجازت ہے۔ اس اعلان کے نتیجے میں یہودی اپنے وطن واپس آئے اور سائرس کی اجازت سے انھوں نے ہیکل سلیمانی پھر سے تعمیر کرنا شروع کیا۔ سنہ ۵۲۲ قبل مسیح میں جب زرُبابل کو یہودیہ کا گورنر مقرر کیا گیا تو اس نے حجی نبی، زکریا نبی اور سردار کاہن یشوع کی نگرانی میں ہیکل مقدس کی تعمیر مکمل کی۔ سنہ ۴۵۸ قبل مسیح میں ایک جلاوطن گروہ کے ساتھ حضرت عزرا علیہ السلام یہودیہ پہنچے اور شاہِ ایران "ارتخششتا" (اردشیر) نے ایک فرمان کی رُو سے اُن کو مجاز کیا کہ ؎٢

" تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھ کو عنایت ہوئی حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کر، تاکہ دریا پار کے سب لوگوں کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں، انصاف کریں اور تم اس کو جو نہ جانتا ہو سکھاؤ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے اس کو بلا توقف سزا دی جائے خواہ موت ہو یا جلاوطنی، یا مال کی ضبطی یا قید " ؎٣

؎١ سورہ بنی اسرائیل : ۶ ؎٢ یہودیت و نصرانیت ص ۱۵۱

؎٣ عزرا نبی کی کتاب باب ۸ آیت ۲۵-۲۶ ، یہودیت و نصرانیت ص ۱۵۱

اس فرمان کے بعد حضرت عزرا علیہ السلام نے تورات کو از سرِ نو ترتیب دینے کی طرف توجہ دی، بائیبل کی روایت کے مطابق عزرا نبی نے بنی اسرائیل کے کاہنوں اور لاویوں کے ساتھ مل کر آسمانی الہام سے تورات کو از سرِ نو مرتب کیا مگر حوادثِ زمانہ نے اس نئے نسخہ کو بھی اپنی اصلی صورت میں باقی نہ رہنے دیا۔

ایرانی سلطنت کے زوال اور سکندرِ اعظم کی فتوحات اور پھر یونانیوں کے عروج سے یہودیوں کو سخت نقصان پہنچا۔ سکندرِ اعظم کی وفات کے بعد اس کی سلطنت تین حصوں میں بٹ گئی۔ ان میں شام کا علاقہ آلِ سلجوقی سلطنت کے حصے میں آیا جس کا پایہ تخت انطاکیہ تھا اس کے بادشاہ "انٹیوکس" نے یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے یروشلم پر بار بار حملے کئے۔ ہیکل کو بے حرمت کیا۔ مقدس صحیفوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلایا۔ سنہ ۱۷۰ قبل مسیح میں اس نے یروشلم کو فتح کر کے بائیبل کے جس قدر نسخے مل سکے انہیں جلا دیا اور اعلان کیا کہ جس شخص کے پاس بائیبل کا کوئی نسخہ ملے گا یا کوئی شخص رسم شریعت کو بجا لائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا چنانچہ اس حکم کی رو سے یہودیوں کے گھروں کی تفتیش ہوتی رہی جس کے ہاں سے کتاب نکلتی اُسے قتل کر دیا جاتا اور کتاب کو پھاڑ کر جلا دیا جاتا۔

اس تباہی کے بعد جب یہوداہ مقابیس نے سنہ ۱۶۵ قبل مسیح میں ہیکل کی پھر سے تعمیر شروع کی اور اس کی تعمیر کے بعد اس نے تورات کی نقل کہیں سے تلاش کر کے ہیکل میں رکھی۔

سنہ ۷۰ء میں طیطس (ٹائٹس) شہزادہ روم نے یروشلم کو فتح کر کے غارت کر دیا ہیکل سلیمانی کو بالکل مسمار کر دیا۔ گیارہ لاکھ یہودیوں کو بڑی بیدردی سے قتل کر ڈالا۔ ہزاروں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ ایک اندازے کے مطابق تیرہ لاکھ ستاون ہزار چھ سو ساٹھ یہودی اس بلائے عظیم کا شکار ہوئے۔ ہیکل سلیمانی

کو مسمار کر کے آگ لگا دی گئی۔ ایک قیامت تھی ہر طرف خون ہی خون تھا اور پھر دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں سے کسی کو ہمت نہ تھی کہ وہ ایک کتاب کو نکال لاتا۔

۱۳۵ء میں قیصر ہیڈرین کے عہد میں یہودیوں نے اپنی طاقت اور حیثیت منوانے کے لیے متحد ہو کر رومیوں پر حملہ کر دیا جو شکست کھائی۔ پانچ لاکھ کے قریب یہودی مارے گئے۔ بقیہ لوگوں کو شہر سے نکال دیا گیا۔ انہیں یروشلم کے کھنڈرات تک میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ بیت المقدس (ہیکل سلیمانی) کو مسمار کر دیا گیا اور پھر اس جگہ "جیو پیٹر" دیوتا کا ایک مینار بنا دیا اور کوہ کلوری پر وینس دیوی کی مورتی رکھ دی گئی۔ شہر کا نام تبدیل کر کے اس کا نام ایلیا رکھ دیا گیا۔

۴۰۰ء کے قریب جبکہ رومیوں پر شمال کی جانب سے آئی ہوئی وحشی قوموں نے غلبہ حاصل کر لیا تو انہوں نے یہودیت و عیسائیت کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ چونکہ یہ قومیں بت پرست، بالکل جاہل اور وحشی تھیں۔ جہاں جہاں ان کا غلبہ ہوتا گیا وہاں کے مدرسے، کتب خانے نذر آتش ہوتے گئے۔ علمی و دینی مکتوبات، صحیفے تباہ و برباد ہوئے اور پرانے ادیان و مذاہب کی بیخ کنی ہوتی رہی۔

۶۱۴ء میں شاہ ایران خسرو پرویز نے یروشلم پر حملے کے بعد اسے فتح کر کے نوے ہزار افراد کو قتل کر ڈالا۔ یروشلم کو تباہ و برباد کر دیا اور تمام مذہبی اثاثہ جلا دیا۔

اس ساری تفصیل کے بیان کا مقصد یہ تھا کہ یہ بتایا جائے کہ آج جو تورات موجود ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ یہودی علماء کی تفسیریں، بنی اسرائیل کی قومی تاریخ، اسرائیلی فقہاء کے قانونی اجتہادات اور دوسری بہت سی چیزیں شامل کر لی گئیں ہیں جو اصل تورات میں نہیں تھیں اور بعید نہیں کہ اس کی بعض

چیزیں اس میں سے غائب بھی ہوگئی ہوں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ موجودہ تورات میں اصلی تورات کا کوئی جزو شامل نہیں۔ قرآن کی رُو سے تورات کا دین وہی تھا جو خود قرآن کا دین ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اسلام کے اسی طرح پیغامبر تھے جس طرح ہادی عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بنی اسرائیل ابتدا میں اسی دین کے پیرو تھے مگر بعد میں انہوں نے اصل دین میں اپنی خواہشات کے مطابق بہت زیادہ کمی بیشی کرکے ایک نظام یہودیت کے نام سے بنا لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے کہ دیوتاؤں کی بجائے خدائے واحد لاشریک کی عبادت کریں۔ مشرکانہ عقائد سے دور رہیں لیکن وہ زر اور زمین کی ہوس میں مبتلا ہوکر اپنے پیغمبر کی ہدایات کو بھول گئے۔ بائیبل کی کتاب قضاۃ میں ہے۔

"اور انہوں نے اپنے باپ دادا کے خدا کو، جو انہیں ملک مصر سے نکال لایا تھا، چھوڑ دیا اور دوسرے معبودوں کی، جو اُن کے گردا گرد کی قوموں کے دیوتاؤں میں سے تھے، پیروی کرنے لگے اور ان کو سجدہ کرنے لگے اور خداوند کو غصہ دلایا۔ وہ خداوند کو چھوڑ کر بعل اور عستارات کی پرستش کرنے لگے اور خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا۔" [۱]

بنی اسرائیل نے دین حنیف سے روگردانی کی، تعلیمات موسوی سے دامن چھڑایا تو یہ قوم غضب الٰہی میں مبتلا ہوگئی اور ہزاروں سال کے لئے پامال ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیش گوئی فرمائی۔ انہوں نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا:۔

"خداوند، تیرا خدا تیرے لئے، تیرے ہی درمیان سے، یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کو سننا

۱۔ بائیبل کتاب قضاۃ باب ۲ آیت ۱۱-۱۳

یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے مجمع کے دن خداوند
اپنے خدا سے حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز
پھر سننی پڑے اور نہ ہی ایسی بڑی آگ کا نظارہ ہو تاکہ میں مر جاؤں۔
اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں
میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی
برپا کروں گا اور پھر اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں
اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا اور جو کوئی میری اُن باتوں
کو جو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں اس کا حساب اس سے
لوں گا۔[2]

یہ تورات کی صریح پیشین گوئی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور
پر صادق نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک
کسی نبی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ جیسا کہ بشارات میں مذکور ہے اور یہودی حضرت
موسیٰ علیہ السلام جیسے ایک نبی کی آمد کے منتظر چلے آتے تھے۔ اس بشارت میں
موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سناتے ہیں کہ "میں تیرے لئے
تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا" ظاہر ہے کہ ایک قوم کے بھائیوں
سے مراد خود اسی قوم کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم
ہی ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کا قریبی نسلی رشتہ ہو اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے
کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ میں تمہارے لئے خود تم ہی میں سے ایک
نبی برپا کروں گا" لہذا بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد لامحالہ بنی اسماعیل ہی ہو
سکتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی بنا پر ان کے نسبی رشتہ دار

خروج باب ۲۰ آیت ۱۸-۱۹ ۞ [2] استثنا باب ۱۸، آیت ۱۵ تا ۱۹ ۞

ہیں۔ مزید براں اس پیشین گوئی کا مصداق بنی اسرائیل کا کوئی نبی اس وجہ سے بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی ایک نبی نہیں بہت سارے نبی آئے جن کے ذکر سے بائیبل بھری پڑی ہے۔

دوسری بات اس بشارت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جو نبی برپا کیا جائے گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مانند ہوگا۔ اس سے مراد ظاہر ہے کہ شکل صورت یا حالات زندگی میں مشابہ ہونا تو نہیں ہے کیونکہ اس لحاظ سے کوئی بھی فرد کسی دوسرے فرد کی مانند نہیں ہوا کرتا۔ اس سے مراد محض وصفِ نبوت میں مماثلت بھی نہیں ہے کیونکہ یہ وصف ان تمام انبیاء میں مشترک ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اس لئے کسی ایک نبی کی یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس وصف میں اُن کی مانند ہو پس ان دونوں پہلوؤں سے مشابہت کے خارج از بحث ہو جانے کے بعد کوئی اور وجہ مماثلت جس کی بنا پر آنے والے ایک نبی کی تخصیص قابلِ فہم ہو، اس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ وہ نبی ایک مستقل شریعت لانے کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو اور یہ خصوصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی کیونکہ آپ سے پہلے بنی اسرائیل میں جو نبی بھی آئے وہ شریعتِ موسوی کے پیرو تھے ان میں سے کوئی بھی ایک مستقل شریعت لے کر نہ آیا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دو صحیفے زبور اور انجیل نازل ہوئے لیکن شریعتِ موسوی قائم رہی، عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اِسے قائم رکھا اور اعلان کیا۔

"میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔" [۱]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یوں بھی

---

[۱] متی باب ۵ آیت ۱۷ بحوالہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۷۵

صادق آتی ہے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ "یہ تیری (یعنی بنی اسرائیل کی) اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند، اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو اپنے خدا کی آواز سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو، تاکہ میں مر جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔" اس عبارت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا کہ اس پیغمبر کا وصف یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے گا قرآن پاک اس کی تصدیق یوں کرتا ہے:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ [1]

اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو انہیں خدا کی طرف سے کہا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئی میں لفظ "حورب" سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی مرتبہ احکامِ شریعت دیئے گئے تھے اور بنی اسرائیل کی جس درخواست کا اس میں ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ اگر کوئی شریعت ہم کو دی جائے تو ان خوفناک حالات میں نہ دی جائے جو "حورب" پہاڑ کے دامن میں شریعت دیتے وقت پیدا کئے گئے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری یہ درخواست منظور کر لی ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ میں ان کے لئے ایک ایسا نبی برپا کروں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔ یعنی آئندہ شریعت دیتے وقت وہ خوفناک حالات پیدا نہیں کئے جائیں گے جو "حورب" پہاڑ کے دامن میں پیدا کئے گئے تھے بلکہ اب جو

---

[1] سورۃ النجم: ۳-۴

نبی اس منصب پر مامور کیا جائے گا اس کے منہ میں بس اللہ کا کلام ڈال دیا جائے گا اور وہ اُسے خلقِ خدا کو سنائے گا۔ اس تفریح پر غور کرنے کے بعد کیا اس امر میں کسی شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اس کا مصداق کوئی اور نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مستقل شریعت صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دی گئی۔ اس کے عطا کرنے کے وقت کوئی ایسا مجمع نہیں ہوا جیسا حورب پہاڑ کے دامن میں بنی اسرائیل کا ہوا تھا اور کسی وقت بھی احکام شریعت دینے کے موقع پر وہ حالات نہیں پیدا کیے گئے جو وہاں پیدا کیے گئے تھے۔[۱] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثیلِ موسیٰ ہونے کی گواہی خود قرآن دے رہا ہے۔ کیونکہ پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ "موعود نبی اسرائیل کے بھائیوں میں سے مبعوث ہو گا۔ بنی اسرائیل کے بھائی بنو اسماعیلؑ تھے اس لئے بشارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ پیغمبر نسلِ اسماعیلؑ سے ہوں گے۔ قرآن میں مذکور ہے:-

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝[۲]

"اے لوگو! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم الشان رسول (محمد مصطفیٰ) بھیجے ہیں جو تم پر گواہی دینے والے ہیں جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک پیغمبر بھیجا تھا۔"

قرآن پاک مزید وضاحت یوں کر رہا ہے۔

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي

التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ[۳]

"جس پیغمبر کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔"

---

[۱] یہودیت و نصرانیت ص ۵۳،۵۲ ؛ [۲] المزمل : ۱۵ [۳] الاعراف : ۱۵۷

مسلمان قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد مانتے ہیں اور اسی بات پر اُمت کا اجماع ہے۔

خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

• بیشک اللہ تعالیٰ نے چن لیا کنانہ کو اولادِ اسمٰعیلؑ سے
اور چن لیا قریش کو کنانہ سے
اور چن لیا قریش سے بنی ھاشم کو
اور چن لیا مجھ کو بنی ہاشم سے [1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے الفاظ کے مطابق چند خصوصیات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑی مماثلت رکھتے ہیں۔ کچھ کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔ دونوں میں جو مماثلت تھی وہ یہ ہے کہ:۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اُن کے دشمن سے نجات دلائی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم نہ مانا وہ اپنے ساتھیوں سمیت غرق ہوا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین جنہوں نے آپؐ کی نافرمانی کی اور آپؐ کے خلاف فوج کشی کی وہ ان لڑائیوں میں مارے گئے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو ہجرت کرنا پڑی۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ضخیم ضابطۂ حیات تورات کی صورت میں ملا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایک مکمل ضابطۂ حیات قرآن کی شکل میں عطا ہوا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی جہاد کرنا پڑا۔

---

[1] مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف

(۵) دونوں نے نکاح کئے ، دونوں کے ہاں اولاد ہوئی ۔

(۶) سب سے بڑی مماثلت یہ کہ دونوں ہی خدا سے ہمکلام ہوئے۔ ایک کوہ طور پر اور دوسرے عرشِ عظیم پر۔ پس اس سے ثابت ہے کہ اور کوئی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں ۔

کتبِ تاریخ و سیرت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد سے بڑی وضاحت سے باخبر کر دیا تھا ۔

طبرانی نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :۔

جب معد بن عدنان کی اولاد میں چالیس آدمی ہو گئے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لوٹ لیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بددعا دی ۔

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام ! انہیں بددعا نہ دو کیونکہ ان میں نبی اُمّی ظاہر ہوں گے اور ان ہی کی اولاد وہ اُمت ہو گی جو اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے سے رزق پر خوش ہو گی اور اللہ تعالےٰ ان کے تھوڑے سے عمل پر رضامند ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں لاالٰہ الا اللہ کہنے پر جنت میں بھیج دے گا ۔ اس اُمت کے نبی محمد بن عبداللہ ہوں گے جو انتہائی متواضع ہوں گے ان کی خاموشی عقلمندی کی بنا پر ہو گی ، دانائی کی باتیں فرمائیں گے اور بُردبار ہوں گے ۔ میں ان کو قریش کی بہترین نسل سے پیدا کروں گا ۔ وہ سراپا خیر ہی خیر ہوں گے اور ان کی اُمت بھی خیر کے کاموں کی جانب لپکے گی۔[۱]

۱۔ خصائص الکبریٰ جلد اوّل ص ۳۰ ؎

ابونعیم، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور آپ نے اس کی تلاوت کی تو اس میں اس اُمت مرحومہ کا ذکر دیکھ کر کہنے لگے

"اے پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی اُمت کا تذکرہ پاتا ہوں جو سب سے آخر میں ہوگی اور فضل و شرف میں سب پر سبقت لے جائیگی تو اُسے میری اُمت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "یہ لوگ احمد کی اُمت ہیں"

موسیٰ علیہ السلام بولے ا پروردگار! تورات میں ایک ایسی اُمت کا تذکرہ ہے جو خدا کو پکاریں گے اور ان کی دعائیں قبول ہوں گی۔ ان لوگوں کو میری اُمت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- "یہ تو احمد کی اُمت ہے۔"

موسیٰ علیہ السلام بولے ا پروردگار! تورات میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جن کی انجیلیں (قرآن) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی اور وہ انہیں زبانی تلاوت کریں گے۔ ان لوگوں کو میری اُمت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- "یہ تو احمد کی اُمت ہیں۔"

موسیٰ علیہ السلام بولے! پروردگار! تورات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے انہیں میری اُمت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "یہ تو احمد کی اُمت ہے"

موسیٰ علیہ السلام بولے اے پروردگار! تورات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنے ہی رشتہ داروں کو خیرات دیں گے اور اس پر انہیں اجر دیا جائے گا۔ ان

لوگوں کو میری اُمت بنا دے"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "یہ تو احمدؐ کی اُمت ہیں۔"

موسیٰ علیہ السلام بولے! پروردگار! کتاب میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اگر صرف نیکی کا ارادہ کریں گے مگر اُسے انجام نہ دیں گے تو بھی انہیں ایک نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور اگر وہ نیکی کرلیں تو انہیں دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ انہی لوگوں کو میری اُمت بنا دے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "یہ تو احمدؐ کی اُمت ہیں۔"

موسیٰ علیہ السلام بولے! پروردگار! کتاب میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے کہ اگر وہ صرف بُرائی کا ارادہ کریں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے تو ان کی یہ برائی نہیں لکھی جائے گی اور اگر وہ برائی کریں گے تو ایک ہی بُرائی لکھی جائے گی پروردگار ان لوگوں کو میری اُمت بنا دے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "یہ تو احمدؐ کی اُمت ہے۔"

موسیٰ علیہ السلام بولے! اے رب! کتاب میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جنہیں اوّل و آخر کا علم دیا جائے گا۔ وہ گمراہی کو مٹا دیں گے اور دجّال کو قتل کریں گے۔ پروردگار! انہیں ہی میری اُمت بنا دے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "یہ لوگ بھی احمدؐ کی اُمت میں ہوں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا!

پروردگار عالم! تو مجھے ہی اُمت محمدیہؐ میں بنا دے۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو امتیازی خصوصیات عطا فرمائیں اور فرمایا:

" اے موسیٰؑ! میں نے تمہیں اپنے پیغام (رسالت) اور اپنے کلام کے ساتھ

برگزیدہ فرمایا۔ تو جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے لے لو اور شکر گزار بن جاؤ۔"
اس ارشاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی
"اے رب! میں راضی ہو گیا۔" [1]

---

[1] مدارج النبوۃ حصہ اوّل صفحہ ۱۸۷، الخصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۳۴۔

بشارات

حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت دانیال علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے سنہ ۵۸۶ قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کر کے اُسے تباہ و برباد کر دیا اور سینکڑوں یہودیوں کو بڑی بے رحمی سے تہ تیغ کیا جو قتل سے بچے انہیں قید کر کے لے گیا اور بابل میں اسیر رکھا۔ قیدیوں میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی شامل تھے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے بھی پیغمبر آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔

مؤرخین کے مطابق بخت نصر نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا۔ بیدار ہوا تو بھول گیا۔ پریشانی کے عالم میں اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو طلب کیا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ خواب کی تعبیر اس کے بیان کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے چونکہ خواب اُسے بھول چکا تھا اور خوف و رعب کے اثرات ہی باقی رہ گئے تھے وہ خواب کی تحقیق اور تعبیر کا خواہش مند تھا۔ اس نے کاہنوں سے کہا:۔

"میں نے تمہاری تربیت اسی قسم کی مہم کے لئے کی ہے اب تمہیں تین روز کی مہلت ہے اگر تم نے میرے خواب کی تعبیر بیان کر دی تو ٹھیک ورنہ تم سب کو قتل کر دوں گا۔"

یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی۔ دانیال علیہ السلام جو جیل میں مقید تھے۔ انہوں نے داروغہ جیل سے کہا۔ کیا تم میرا تذکرہ بادشاہ کے پاس کر سکتے ہو کیونکہ میں اس کا خواب جانتا ہوں اور اس کی تعبیر سے واقف ہوں۔ داروغہ جیل نے یہ بات بخت نصر کو بتائی اس نے دانیال علیہ السلام کو بلایا۔

حضرت دانیال علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو دستور کے مطابق سجدہ نہ کیا بخت نصر نے خلوت میں پوچھا کہ آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے کہا۔

"میں صرف خدائے واحد کو سجدہ کرتا ہوں جس نے مجھے علم عطا کیا اس نے

مجھے خواب کی تعبیر کا علم اس شرط پر دیا کہ اس کے علاوہ میں کسی اور کو سجدہ نہ کروں۔ اگر میں تجھے سجدہ کرتا تو مجھ سے یہ علم لے لیا جاتا اور میں تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر نہ بتا سکتا۔"

بخت نصر نے کہا "میرے نزدیک کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ قابلِ اعتماد نہیں کیونکہ آپ نے اپنے خدا کے عہد کو پورا کیا اور میرے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنے خدا کے عہد کو پورا کرے۔ پھر اس نے پوچھا کہ آپ میرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتے ہیں؟"

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا! ہاں ' تو نے ایک بڑا بت دیکھا ہے جس کے اوپر کا حصہ سونے کا، درمیانی حصہ چاندی اور سرین تانبے کے، پنڈلیاں لوہے اور اس کے قدم مٹی کے تھے۔ اسی اثنا میں کہ تم اسے دیکھ رہے تھے اور تمہاری نظر میں وہ بہت خوبصورت اور اچھا دکھائی دے رہا تھا کہ اچانک آسمان سے پتھر گرا اور بت کے سر پر لگا اور اسے ایسا پیس دیا گویا کہ وہ آٹا ہے۔ سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور مٹی آپس میں ایسے مل گئے تھے کہ اگر تمام جن و انسان بھی اکٹھے ہو جائیں تو انہیں جدا نہیں کر سکتے تھے اور اس کے اجزاء اس طرح منتشر ہو گئے تھے کہ اگر ہوا چلتی تو گمان ہوتا کہ کچھ بھی باقی نہ چھوڑتی۔ تم اس پتھر کو دیکھ رہے تھے جو آسمان سے گرا تھا؟ تم نے دیکھا وہ بڑھ رہا تھا۔ وہ بڑا ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔ حتیٰ کہ زمین و آسمان اور پتھر کے سوا تمہیں کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

بخت نصر نے کہا آپ نے سچ کہا وہ خواب جو میں نے دیکھا ہے یہی تھا۔ آپ اس کی تعبیر بھی بیان فرمائیں:-

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا! "یہ بت سابقہ امتیں ہیں۔ سونا یہ امت ہے جس میں تم ہو، چاندی وہ امت ہے جو تمہارے بعد ہو گی جس کا بادشاہ تمہارا بیٹا ہو گا۔ تانبا اور لوہا اہل روم اور فارس ہیں اور ٹھیکری اہل یمن ہیں جن کے بادشاہ

روم اور فارس کے ہوتے ہیں لیکن وہ پتھر جس کے ذریعہ اس بت کو کوٹا گیا وہ پیغمبر ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو باطل کر دے گا اور ساری روئے زمین کو گھیر لے گا۔" [1]

کتاب شواہد النبوۃ میں خواب کی تعبیر یوں ہے :-

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ۔ بت مختلف اقوام کا تھا سونا وہ قوم ہے جسے تو جانتا ہے اور چاندی وہ قوم ہے جس کا تیرا بیٹا تیرے بعد بادشاہ بنے گا لیکن تانبے کا اطلاق اہل روم پر ہوتا ہے اور لوہے سے مراد ملک فارس ہے اور مٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو روم اور فارس کی ملکہ بنیں گی اور وہ پتھر جس نے سب کو پاش پاش کر دیا وہ دین ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا اور رب العزت عرب سے ایک پیغمبر مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو منسوخ کر دے گا اور تمام زمین پر قبضہ کر لے گا۔" [2]

○

---

[1] معارج النبوت جلد دوم ص ۶۵-۶۶ ٭ [2] شواہد النبوۃ ص ۴۳ ٭

بشارات

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام

آلِ اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں دو شخصیتیں ایسی گزری ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ پُرشکوہ حکومت و بادشاہت بھی عطا کی یہ دونوں شخصیتیں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں داؤد علیہ السلام کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ؕ[1]

اور بیشک ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنا بڑا فضل اور بزرگی عطا فرمائی (اور ہم نے کہا) اے پہاڑو داؤد علیہ السلام کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ اور پرندوں کو (بھی حکم دیا) ہم نے اُن (داؤد علیہ السلام) کے لئے لوہا نرم کر دیا (اور ہم نے کہا) وسیع اور فراخ زرہیں (لوہے کی) بناؤ اور بنانے میں اندازے کا خیال رکھو اور تم سب (خاندان والے) نیک کام کرتے رہو بیشک میں تمہارے سب کام دیکھ رہا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آواز اس قدر پیاری اور شیریں عطا کی کہ جب آپ زبور کی تلاوت فرماتے تو انسان چرند و پرند تک وجد میں آجاتے اسی لئے آج بھی "لحنِ داؤدی" کی مثال دی جاتی ہے جب کسی کی آواز بہت پیاری محسوس ہو۔

---

[1] سورۃ سبا ۱۰-۱۱ ؏

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا تھا۔ اگرچہ آپ نبی کے ساتھ ساتھ حکمران بھی تھے مگر شاہی خزانے سے اپنے لئے کچھ نہ لیتے تھے۔ زرہیں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا علم بھی عطا کیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو از سرِ نو زندہ کیا اور اپنی قوم کو راہِ راست پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ اگرچہ بنی اسرائیل کے لئے تورات ہی الہامی کتاب تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی زبور عطا فرمائی۔ قرآن مجید میں ہے:-

وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ؕ[۱]

اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔

امام راغب فرماتے ہیں۔

"بعض کا قول ہے کہ زبور اس کتاب کا نام ہے جو صرف عقلی حکمتوں پر شامل ہو اس میں شرعی احکام نہ ہوں اور کتاب وہ ہے جس میں احکام اور حکمتیں ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں کوئی شرعی حکم نہ تھا۔"[۲]

گویا صحیفہ حکمت ہونے کی رعایت سے اسے زبور کہا گیا۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی عہد کے اشعار میں لفظ زبور بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جاہلی شعراء نے اسے شاہی فرمان کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

فی الوقت کا موجودہ صحیفہ پانچ دیوانوں کا مجموعہ ہے اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ دوسرے عبرانی شعراء کا کلام بھی شامل ہے اس طرح الہامی اور غیر الہامی

---

[۱] سورہ النساء ۱۶۳ - سورہ بنی اسرائیل: ۵۵
[۲] اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد نمبر ۱۰، ص ۳۴۶

کلام محفوظ ہوگیا ہے۔ قرآن پاک نے زبور صرف حضرت داؤد علیہ السلام کے کلام کو کہا ہے۔ تورات کی طرح زبور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ زبور کے باب ۴۵ میں جو اشارات ملتے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔

۲۔ تیرے سارے لباس سے عود عنبر کی خوشبو آتی ہے۔

۳۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں۔

۴۔ تیرے بیٹے تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے تو انہیں تمام زمین کے لئے سردار مقرر کرے گا۔

۵۔ میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا پس سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستائش کریں گے۔

اِن اشارات میں جس شخصیت کی طرف نشان دہی ہوتی ہے وہ القاب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بچپن میں ہی مل چکے تھے۔ ظاہر ہے جو صادق و امین ہوگا وہ شرارت کا دشمن بھی ہوگا۔

دوسری بات خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ کے جسم اطہر سے ہر وقت خوشبو نکلتی تھی جس گلی اور کوچے سے گزر جاتے وہاں کی فضا دیر تک معطر رہتی۔

تیسرے اشارے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اُن دو ازواج کا پتہ چلتا ہے جن کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ یعنی ام المومنین حضرت جویریہؓ اور ام المومنین حضرت صفیہؓ ان کے علاوہ سبط پیغمبر امام حسینؓ کی اہلیہ حضرت شاہ بانو کا تعلق بھی شاہی خاندان سے تھا۔

چوتھا اشارہ ان فتوحات کی طرف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خلفاء اور آپ کے ماننے والوں نے صرف نصف صدی میں حاصل کیں اور دنیا کے قدیم کی سیادت اور سرداری حاصل کی۔

پانچواں اشارہ تو اتنا واضح ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت حشر تک رہے گی اور آپ کی ستائش کرتی رہے گی۔ اللہ رب العزت اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ لے

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر (خوب) درود اور خوب سلام بھیجا کرو۔

کتاب زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں ایک اور پیشین گوئی درج ہے جو بالکل واضح ہے :۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری تسبیح کرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کی عزت و قوت تیری وجہ سے ہے تیرے گھر کی راہیں اُن کے قلوب میں ہیں وہ بکہ کی وادی میں گزرتے ہیں اسے ایک کنواں بناتے ہیں۔ ٹے

اس پیشین گوئی میں بکہ اور کنواں دو ایسے واضح الفاظ ہیں جن کی وجہ سے زیر عنوان شخصیت سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ بکہ مکہ مکرمہ ہی کا نام ہے گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے اس میں ایک کنواں ہے جس کا

لے سورۃ الاحزاب : ۵۶ ٹے کتاب زبور باب ۸۴ بحوالہ پیغمبر اعظم حصہ اوّل ص ۲۳

نام "چاہ زمزم" ہے۔ خانہ خدا کی راہیں یعنی خانہ کعبہ سے محبت و عقیدت عالم اسلام کے مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں موجزن ہے۔ مکہ والوں کی عزت و احترام اور وہاں کا امن و امان صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تھا اور ہے اور یہ سب ہادیٔ عالم حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدقے میں ہے

زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے۔

اللھم ابعث مقیم السنة بعد الفترة

یعنی اے اللہ فترت کے بعد کسی سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما۔

فترت وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں کسی شریعت کا نفاذ نہ ہو۔ داؤد علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر جس نے بعد از فترت، شریعت و سنت توریت کو قائم کیا ہو بجز ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں ہوا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنت تورات کے موافق تھے اور اسے مکمل کرنیوالے تھے نہ کہ بعد از فترت اس کے قائم کرنیوالے۔ [1]

زبور میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں تضرع و زاری کے ساتھ مناجات کی کہ:۔

"اے رب! سنت کے قائم کرنیوالے کو بھیج تاکہ لوگ جان لیں کہ مسیح بشر ہیں۔"

یہ خبریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ان کے حال کے اظہار میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے خدا! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج تاکہ لوگوں کو معلوم کرائیں اور وہ پڑھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشر ہیں، الٰہ یعنی خدا نہیں ہیں۔ گویا حضرت داؤد علیہ السلام

---

[1] شواہد النبوۃ ص ۳۲

کو معلوم ہو گیا کہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں دعوٰئے الوہیت کریں گے۔ [1]

حضرت داؤد علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر و بیان کے سلسلے میں مذکور ہے کہ :-

"اللہ تعالیٰ نے اس نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو راستی و درستی اور کردار و گفتار میں برگزیدہ فرمایا ہے اور انہیں اور ان کی اُمت کو بندگی و کرامت عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فیروزمندی عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اُمت کو ایسی کرامت مرحمت فرمائی ہے کہ وہ خوابگاہوں میں خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور بلند آوازوں سے تکبیر کہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں تیز تلواریں ہیں تاکہ وہ خدا کی طرف سے ان لوگوں سے بدلہ لیں جو خدا کی عبادت نہیں کرتے اور جس زمانے کے بادشاہوں کو مقید کرتے اور ان کے عزت داروں کے گلے میں طوق ڈالتے ہیں۔" [2]

کتب سیرت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں استدعا کی "اے اللہ! میں جب زبور کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے میرا محراب خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور میرا قلب و جگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے میرا حجرہ منور ہو جاتا ہے الٰہی وہ نور کیسا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا :-

"یہ نورِ محمدی ہے میں نے اسی نور کے طفیل، دنیا، آخرت آدم حوا، جنت اور دوزخ کو پیدا فرمایا تھا۔"

---

[1] مدارج النبوۃ حصہ اول ص ١٩٦ [2] مدارج النبوۃ حصہ اول ص ١٩٦

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سنا تو بلند آواز سے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیا تو پرندوں جانوروں، کوہ ودشت صحرا و بیابان سے ایک گونج آئی " صدقت یاداؤد " اے داؤد آپ نے صحیح کہا۔ اس دن کے بعد جب بھی داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت فرمانے لگتے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتے [1]

حضرت داؤد علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک پیشین گوئی یوں فرمائی۔

" وہ مالک ہوگا اور جودو سخا کرے گا۔ دریا سے دریا تک اور نہروں سے زمین کے آخری کنارے تک اور ان کے روبرو اپنے زانوؤں پر اہل جزائر بیٹھیں گے۔ ان کے سب دشمن مٹی کو اپنی زبان سے چاٹیں گے۔ سلاطین زمانہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے اور سر کو زمین پر رکھتے ہوئے حاضر ہوں گے اور ان کی اُمت کی فرماں برداری پر وہ عجز و انکسار کریں گے اور گردن جھکانے سے انہیں نجات دے گا۔ وہ غم زدہ اور ستم رسیدہ لوگوں کو اس شخص سے جو اس سے بہت زیادہ قوی ہو گا رہائی عطا فرمائے گا اور ہر کمزور و ناتواں کو جس کا کوئی مددگار نہ ہو وہ مدد فرمائے گا اور ضعیفوں و مساکین پر مہربانی کرے گا اور ان پر ہر وقت درود بھیجا جاتا رہے گا اور ان کے لئے ہر وقت دعائیں کی جاتی رہیں گی اور ابدالآباد تک ہمیشہ ہمیشہ ان کے ذکر کا چرچا رہے گا۔"

یہ پیشین گوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح صادق آتی ہے دن

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۶

اور رات کا وہ کون سا حصہ ہے جس میں آقائے دوجہاں کے حضور ہدیۂ درود و سلام پیش نہ کیا جاتا ہو۔ اس اُمت میں وہ کون بدنصیب ہے جو حضور رحمۃ للعالمین پہ اپنے ماں باپ تک قربان کرنے کی تمنا نہیں رکھتا۔ درود پاک اللہ تعالیٰ کی اپنی محبت کا مظہر جمیل ہے۔ یہ خود اس کا اپنا اور اس کے فرشتوں کا وظیفہ ہے جو عمل اللہ اور اس کے فرشتوں کے ہم زبان ہو کر کیا جائے گا وہ قبول ہو کر رہے گا۔ درود شریف اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اظہار محبت کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور ہر مومن مسلمان کے لئے وسیلہ نجات ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشین گوئی کہ اُن پر ہر وقت درود بھیجا جاتا رہے گا۔ بڑی واضح پیشین گوئی ہے جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کا تعلق ہے تو خالقِ کائنات نے خود اعلان فرما دیا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

"اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔" یعنی جہاں ہمارا (خدا کا) ذکر کیا جائے گا اس کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہوتا رہے گا

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کا عبرانی نام سولومون تھا جو سلیم کا ہم معنی ہے۔ ۹۶۵ قبل مسیح میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین ہوئے اور ۹۲۶ قبل مسیح تک تقریباً چالیس سال فلسطین شرق اردن اور شام کے علاقوں پر آپ حکمران رہے۔ بیت المقدس کی تعمیر آپ ہی نے کرائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سطوت وجلالت کا یہ حال تھا کہ کرش سے سرکش مخلوق بھی آپ کے اشاروں پر ناچتی تھی۔ آپ کی بادشاہت وحکمرانی صرف انسانوں پر ہی نہ تھی بلکہ حیوانات، جنات، ہواؤں اور پانیوں پر بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے معجزے عطا کر رکھے تھے۔ آپ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے آپ کا تخت ہوا پر اڑا کرتا تھا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝ [1]

اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے (علم اور نبوت میں) وارث ہوئے اور انہوں نے کہا۔ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں بھی سکھائی گئی ہیں اور ہم کو ہر قسم (دین ودنیا کی نعمتیں) عطا فرمائی گئی ہیں۔ بیشک یہ (اللہ تعالیٰ کا) نمایاں فضل ہے۔

قرآن میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جن وانس اور پرندوں کے لشکر تابع ومسخر کئے گئے تھے وہ سب اکٹھے کئے گئے تھے اور وہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ وادیٔ نمل کے قریب سے گزرے جہاں چیونٹیاں کثرت سے

---

[1] سورہ النمل: ۱۶

تھیں۔ یہ جنگل ملک شام کے پاس تھا۔ چونٹیوں نے آپ کا لشکر دیکھا تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کے لشکر والے بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی بات سنی تو مسکرا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

"اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ تُو نے جو انعام اور احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اس کا شکریہ ادا کروں اور یہ کہ میں وہ اچھے کام کروں جو تجھے پسند ہوں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں داخل فرما جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔" [1]

قرآن پاک ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو بھی مسخر کر دیا تھا وہ جس رخ چاہتے اس رخ پر ہوا چلتی۔ ارشاد باری ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ
رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ [2]

تو ہم نے ہوا ان کے بس میں کر دی کہ ان کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں یمن کے علاقے پر ملکہ سبا کی حکومت تھی۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغمبرانہ جاہ و جلال کو دیکھا اور بات بات پر انہیں اپنے رب کے حضور شکر گزاری کے طور پر جھکتے دیکھا تو وہ ایمان لے آئی۔ وہ پکار اٹھی۔

قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ
سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ [3]

---

[1] سورہ النمل: ۱۷ تا ۱۹ [2] سورہ ص: ۳۶ [3] سورۃ النمل: ۴۴

"الٰہی! میں نے (بت پرستی کر کے) اپنی جان پر ظلم کیا تھا اور اب میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ رب العالمین کی فرماں بردار اور مسلمان ہوتی۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم گرامی اور حلیہ کی نشان دہی فرماتے ہوئے کہا۔ (اصل عبارت عبرانی بخط عربی یہ ہے)

دودی صح وادوم دغول مرببا عدوش کثر یان
قصوتم تلیتلم شحوروت کعورب یبلط
عناو کیونیم عل انیقی ماثیو بحلاب رحوشوت
علی ملیث لحاباو کعرت ہسم ہیو سم معلوث
کوتا حیم سفتوتاو شوشیم نطلعوث موروعو
بیوط ماداوا کلیلی ذہاب ممّلاو بیم بترسیس
مغیاو عشت شین معلفت سپ بیرم شوقاو
عموری شیش میاسریم علی ادنی ناو مراہ
کلبانون طباجور کارز کازادلیم خکو ممحمدیم
نر ه دودی ورعی ما بتوت یرو شلایم

یعنی میرا دوست! نورانی گندم گوں
ہزاروں میں سردار
اس کا سر چمک دار
اس کی زلفیں! مثل کوے کی کالی
اس کی آنکھیں ایسی! جیسے پانی کے کنڈ پر کبوتر، دودھ میں دُھلی ہوئی نگینے کی

مانند میں جڑی ہوئیں ۔

اس کے رخسار ایسے ! جیسے خس کی ٹٹی پر بیل اور لوح پر رگڑی ہوئی خوشبو ۔
اس کے ہونٹ ! پھولوں کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو مترشح ہے
اس کے ہاتھ ! سونے سے ڈھلے ہوئے اور جواہر سے جڑے ہوئے ۔
اس کا شکم ! جیسے ہاتھی دانت کی تختی، جواہر سے لپٹی ہوئی ۔
اس کی پنڈلیاں ! جیسے سنگِ مرمر کے ستون، سونے کی بیٹھکی پر جڑے ہوئے ۔

اس کا چہرہ ! مانندِ آفتاب
جوانی ! مانندِ صنوبر
اس کا گلا ! نہایت شیریں

اور وہ بالکل محمدیم ہے یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب ۔
اے یروشلم کی بیٹیو ۔ !

اس الہامی کلام میں بین السطور صرف ایک شخصیت ہے اور وہ ہیں سرورِ کشورِ رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیوں کہ اس میں بعض الفاظ سراحت کے ساتھ آپ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت بڑی بھرپور اور جاذبِ نظر تھی ۔ روئے اقدس چودھویں کے چاند سے زیادہ منور و تاباں تھا ۔ بال سیاہ چمکدار، پیشانی کشادہ، ابرو خمدار، باریک اور گنجان، آنکھوں کی پتلیاں سیاہ، رخسار مبارک ہموار اور بھرے ہوئے، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ اور دندان مبارک باریک اور چمکدار گردن انتہائی خوبصورت، سینہ ہموار، فراخ اور چوڑا، کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مناسبت کے ساتھ لمبی تھیں ۔ غرضیکہ بقولِ حضرت حسان بن ثابت

ما ان مدحت محمدً بمقالتی
ولکن مدحت مقالتی بمحمدؐ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی ان الفاظ میں بھی فرمائی۔

"اثر سلطنت ظهره واسمہ احمد" [1]
یعنی مہر نبوت ان کی پشت پر ہوگی اور ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوگا۔"

کتب سیرت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لاؤ لشکر سمیت اصطخر سے یمن جا رہے تھے یہ لشکر ہوا میں اڑتا جا رہا تھا کہ مدینہ پاک کی سرزمین کے نزدیک ہو کر گزرا تو فرمانے لگے۔ یہ مقام نبی آخر الزمانؐ کا دار الہجرت ہے وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو آپ کی اتباع کرے اور آپ پر ایمان لائے گا۔ وادی مدینہ سے گزر کر جب آپ سرزمین مکہ میں پہنچے تو نیچے دیکھا کہ مشرکین مکہ ہزاروں بت خانے آباد کر رہے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس مقام سے خاموشی سے آگے بڑھ گئے تو کعبۃ اللہ بارگاہ رب العالمین میں رویا اور عرض کی:۔

"اے اللہ! یہ تیرے پیغمبر جن کے پاس اولیاء اللہ کا ایک لشکر ہے اور تیرے نیک بندوں کا مجمع ہے۔ وادی مکہ سے گزر گئے اور قدم رنجہ نہیں فرمایا! نہ نماز ادا کی نہ تسبیح و ذکر کیا۔ حالانکہ مشرکین اپنے بتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اے کعبہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تیری سرزمین کو سجدہ کرنے والوں سے بھر دیا جائے گا اور اپنا آخری کلام قرآن مجید اسی سرزمین پر نازل کروں گا اور اپنا عظیم اور پیارا نبیؐ اسی شہر میں مبعوث کروں گا۔ وہ

---

[1] تورات یسعیاہ باب ۴۲ ، سیرت الرسول از سید محمد رضوان اللہ و انتظام اللہ

نبی مجھ سے سب سے زیادہ عزیز ہوگا۔ میں ایک ایسی جماعت بھیجوں گا جو تعمیر کعبہ میں مصروف ہو جائے گی اور پھر لوگ کعبتہ اللہ کا طواف کریں گے اور زیارت کو آیا کریں گے۔ حتیٰ کہ اس خطۂ پاک کو پُر امن بناؤں گا اور اس سرزمین سے بتوں کی آلائش اور نجاست کو صاف کر دیا جائے گا۔ اور شیاطین یہاں سے بھاگ جائیں گے اور مشرکین کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔"

اس واقعہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام وادیٔ مکہ میں آئے اور کعبتہ اللہ میں نماز و قیام فرمایا اور کعبہ کے پاس ہی پانچ ہزار اونٹ، پانچ ہزار گائے اور بیس ہزار دنبے قربان کئے اور اپنے قوم کے معززین کو مخاطب کر کے فرمایا

"یہ وہ مقام ہے جہاں نبی عربی پیدا ہوں گے۔ اللہ کی نصرت اور تائید انہیں حاصل ہوگی آپ کا حکم اور تازیانہ مخالفین پر نافذ ہوگا۔ آپ کی ہیبت اور شوکت سے مخالف ایک ماہ کی راہ تک دور رہیں گے۔ دور و نزدیک کے لوگ اپنے بیگانے سب حکم حق پر ایمان لائیں گے۔ [1]

---

[1] معارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۶-۳۷

بشارات

حضرت یحییٰ علیہ السلام

آلِ اسرائیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند تھے ۔ اناجیل کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے، ان کی والدہ اور حضرت مریمؑ والدہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آپس میں قریبی رشتہ دار تھیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام تیس برس کی عمر میں نبوت کے منصب پر عملاً مامور ہوئے ۔ یوحنا کی ہدایت کے مطابق انہوں نے شرقِ اردن کے علاقے سے دعوتِ خداوندی کا کام شروع کیا۔ وہ فرماتے تھے ۔

" میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو" ۔ [1]

قرآن پاک میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے :-

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوةً ؕ وَکَانَ تَقِیًّا ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ۝ [2]

یعنی جب یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم نے ان سے کہا اے یحییٰ کتاب (تورات) کو مضبوط پکڑو اور ہم نے ان کو بچپن ہی میں حکمت و نبوت عطا فرمائی اور اپنی طرف سے مہربانی اور دعدلی اور پاکیزگی اور ستھراپن (عطا فرمایا) اور وہ اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والے تھے اور وہ سرکش و نافرمان نہ تھے سلام اس پر

---

[1] یوحنا ۱ : ۲۳ [2] سورہ مریمؑ : ۱۲ تا ۱۵

جس روز کہ وہ پیدا ہوئے اور جب دن وہ مرے اور جب دن وہ دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہوئے کہا

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

اے زکریا (علیہ السلام)، ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ (علیہ السلام) ہے ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام پیدا نہیں کیا۔"

مرقس کے مطابق وہ لوگوں سے گناہوں کی توبہ کراتے تھے اور توبہ کرنے والوں کو بپتسمہ دیتے تھے یعنی توبہ کے بعد غسل کراتے تھے تاکہ روح اور جسم دونوں پاک ہو جائیں۔ یہودیہ اور یروشلم کے لوگ کثیر تعداد میں ان کے معتقد ہو گئے تھے اور اُن کے پاس جا کر بپتسمہ لیتے تھے [۲]

اسی بنا پر ان کا نام یوحنا بپتسمہ دینے والا مشہور ہو گیا تھا۔ [۳] حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قول تھا کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا۔ [۴] وہ اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنے اور چمڑے کا پٹکا کمر سے باندھے رہتے تھے اور ان کی خوراک ٹڈیاں اور جنگلی شہد تھا۔ [۵]

حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی فقیرانہ زندگی کے ساتھ منادی کرتے تھے کہ توبہ کرو کیونکہ

---

[۱] سورہ مریم ۷ [۲] مرقس ۱:۱-۵ [۳] متی ۲۱:۲۶ [۴] متی ۱۱:۱۱
[۵] متی ۳:۴ [۶] متی ۳:۲

آسمان کی بادشاہی قریب آگئی ہے یعنی حضرت عیسےٰ کی دعوتِ نبوت کا آغاز ہونے والا ہے۔

اِسی بنا پر اُن کو عموماً حضرت عیسیٰ کا "اِرہاص" کہا جاتا ہے۔[۱]

حضرت یحییٰ علیہ السلام لوگوں کو روزے اور نماز کی تلقین کرتے تھے[۲] وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ جس کے پاس دو کرتے ہوں وہ اس کو جس کے پاس نہ ہو بانٹ دے اور جس کے پاس کھانا ہو وہ بھی ایسا ہی کرے محصول لینے والوں نے پوچھا کہ اُستاد ہم کیا کریں؟ تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا جو تمہارے لئے مقرر ہے اس سے زیادہ نہ لینا۔ سپاہیوں نے پوچھا ہمارے لئے کیا ہدایت ہے؟ فرمایا:-

• نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ ناحق کسی سے کچھ لو اپنی تنخواہ پر کفایت کرو۔[۳]

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔ اُن کے دور میں یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند پیشین گوئی کی تکمیل کے منتظر تھے۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے یہودیوں کا مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا تو اہلِ یہود نے اُن سے ایلیاہ حضرت الیاسؑ سے متعلق استفسار کرنا شروع کیا۔ کیونکہ ان کے پاس موجود ایک اور پیشین گوئی کے مطابق حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد سے قبل ایلیاہ (الیاسؑ) کو اپنی دوسری زندگی میں آنا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا:-

• ایلیاہ البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا ہے اور انہوں نے اسے پہچانا نہیں۔[۴]

اہلِ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سنا تو وہ سمجھے کہ انہوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے

انجیل یوحنا کے مطابق جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی حضرت

---

[۱] یہودیت و نصرانیت ص ۱۵۱ [۲] لوقا ۵: ۳۳ [۳] لوقا ۳: ۱۰-۱۴ [۴] متی باب ۱۷ ۱۱-۱۳

یحیٰی علیہ السلام کے پاس بھیجے۔ یہ پوچھنے کے لئے کہ وہ کون ہیں؟ تو انھوں نے نہ تو کوئی اقرار کیا اور نہ ہی انکار کیا بلکہ یہ کہا میں مسیح نہیں ہوں۔"

انہوں نے اُن سے پوچھا پھر کون ہو؟ کیا تم ایلیا (الیاس) ہو؟

انہوں نے کہا میں نہیں ہوں؟ سوال کرنے والوں نے پوچھا!

کیا تم وہ نبی ہو؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔

پس انہوں نے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تم اپنے حق میں کیا کہتے ہو؟

حضرت یحیٰی علیہ السلام نے کہا

"میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔"

سوال کرنے والے یہودیوں نے کہا۔

"اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا (الیاس) ہے اور نہ ہی وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟"[1]

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے علاوہ ایک اور نبی کے بھی منتظر تھے ظاہر ہے کہ وہ حضرت یحیٰی علیہ السلام نہ تھے انہوں نے اپنے تئیں ان تینوں میں سے کوئی ایک ہونے سے انکار کیا۔ بائبل کے بیان کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان کی بعثت کو حضرت ایلیا (الیاس) کی آمد کا مصداق ٹھہرایا۔ اس لئے اول الذکر دو بزرگ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارک سے قبل ظاہر ہو چکے تھے۔ یہاں وہ نبی سے مراد حضرت موسٰی علیہ السلام کی مانند ایک نبی کے ہیں اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی مانند سوائے ہادیٔ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی شخصیت ہے ہی نہیں۔

---

[1] یوحنا باب ۱: ۱۹۔ ۲۵ ادیان مذاہب کا تقابلی مطالعہ ص۱۱۲

لفظ "وہ نبی" پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ بعض سابقہ کتب آسمانی میں بھی مذکور ہے اور آج مسلمان بھی آپ کے لئے آنحضرت کا لفظ استعمال کرتے ہیں جبکہ اہل یورپ "دی پرافٹ" کہتے ہیں۔ تینوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں۔ چنانچہ تیسری حقیقت منتظرہ جس کو "وہ نبی" سے تعبیر کیا ہے ذات محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کوئی ذات نہ تھی۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام نے "یردن کے پار بیت عنیاہ" میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی نوید سناتے ہوئے کہا:۔

"تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنیوالا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔"[1]

انجیل مرقس میں یوں ہے :۔ "یوحنا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا"[2] اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنیوالا ہے جو مجھ سے زور آور ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں[3]

یہ پیشین گوئی بہت ہی واضح ہے حضرت یحیٰی علیہ السلام کے عہد میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ظہور ہو چکا تھا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام آل اسرائیل میں نبوت کی آخری کڑی تھے ان کے بعد صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا "میں جس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں" کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان نبوت کے آفتاب، ادیان مذہب کے سرتاج اور رہنمایان دین کے رہبر اعظم ہیں۔ آپ پر باب نبوت بند ہوا۔ آپ کی شریعت تا حشر قائم ودائم رہے گی۔ آپ نوع انسانی کے لئے رحمت تمام بنا کر بھیجے گئے۔

---

[1] لوقا ۳ : ۱۵-۱۶ [2] مرقس ۱ : ۴ [3] مرقس ۱ : ۷ - یوحنا ۱ : ۲۸

بشارات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آلِ اسرائیل کے سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ ان کا شمار تاریخی دور میں ہوتا ہے جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اعلانِ نبوت کیا اُن کی قوم میں دنیا جہان کی تمام خرابیاں موجود تھیں۔ وہ لوگ اس قدر سرکش ہو چکے تھے کہ ان ہی کے ایک بادشاہ ہیرودانیٹی پاس نے اپنی محبوبہ کی بیٹی کی فرمائش پر اللہ کے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور اُن کا سر کٹوا کر منگوایا اور ایک تھال میں رکھ کر پیش کیا۔ ؎[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا :-

"میں خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں اس کی جانب سے تمہارے لئے ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور تمہاری اصلاح میرے سپرد ہوئی ہے اور خدا کے قانون تورات کو جسے تم نے پس پشت ڈال رکھا ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی تکمیل کے لئے خدا کی کتاب انجیل لے کر آیا ہوں۔ یہ کتاب حق و باطل کا فیصلہ کرے گی تمہارے لئے یہی بہتر اور مناسب ہے کہ خدا کے حضور میں جھک جاؤ یہی بہتری اور بھلائی کا راستہ ہے"[2]

اناجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تیس برس کی عمر میں تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔ انجیل متی کے مطابق :-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوحنا سے بپتسمہ لینے کے بعد چند آزمائشوں میں مبتلا ہوئے جس کے بعد آپ نے عبادت خانوں میں تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو ہر طرح کی بیماریوں سے نجات دلاتے ہوئے ایک جمِ غفیر کے ساتھ کپرنوم پہاڑی کے پاس پہنچے اور اس پر چڑھ کر لوگوں

؎[1] انجیل متی ۱۴ : ۱۲ ، انجیل مرقس ۶ : ۲۹ ، انجیل لوقا ۳ : ۲۰ بحوالہ یہودیت و نصرانیت ص ۱۵۹ ؎ ؎[2] کتاب انبیائے کرام ص ۱۰۵ ؎

کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں. منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ [1]

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش خود ایک بڑا معجزہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں چار معجزے عطا کئے جن کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، دوسرے اگر آپ کسی نابینا کی آنکھ پر ہاتھ پھیر دیتے تو وہ روشن ہو جاتیں اس کی بینائی آجاتی، تیسرے کسی کوڑھی کو پھونک مار دیتے تو وہ تندرست ہو جاتا۔ چوتھے یہ کہ آپ مٹی کے پرندے بنا کر ان پر پھونک مارتے تو وہ جاندار ہو جاتے اور اڑنے لگتے۔ قرآن حکیم میں ہے:-

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِىْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ

"اور جبکہ تم مٹی سے پرند کی سی صورت میرے حکم سے بناتے تھے اور پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی تھی اور تم پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے (کوڑھی) کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور جب تم قبر سے مردوں کو زندہ کر کے میرے حکم سے نکالتے تھے۔ [2]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو کوئی شادی کی اور نہ ہی اپنے رہنے کے لئے کوئی مکان بنایا۔ دن کو تبلیغ فرماتے لوگوں کو ایک خدا کی عبادت کی تلقین فرماتے بیماروں کو شفا بخشتے اور جہاں رات ہو جاتی وہیں رات گزار دیتے۔ آپ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا:-

خدا ایک ہے اسی کی عبادت کرو، اچھے کام کرو، برائیوں سے بچو۔ خدا کی مخلوق

---

[1] انجیل متی باب ۵، ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ ص ۳۳۱ ؛ [2] المائدہ ۱۱۰

کے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔

میں تمہاری طرف اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ ان باتوں کو واضح کر دوں جن کے متعلق تم آپس میں جھگڑتے ہو۔ خدا سے ڈرو وہی ہم سب کا خالق و مالک ہے میں جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں یا نبی آخر الزمان جو مبعوث ہونے والے ہیں جن کا نام نامی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا، ان کی رسالت کی تصدیق کرتا ہوں۔"

لیکن بنی اسرائیل تو بہت ہی سرکش و نافرمان ہو چکے تھے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت نے تو انہیں اور بھی بیباک بنا دیا تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت نے ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ وہ الٹے آپ کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی اور بادشاہ وقت کو ساتھ شامل کیا یہی نہیں آپ کے ایک شاگرد (حواری) کو بھی لالچ دے کر ساتھ ملا لیا۔

انجیل برناباس کے مطابق :۔

عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف اپنے خلاف اس سازش کا علم تھا بلکہ اللہ کی جانب سے آپ کو یہ اطمینان بھی دلایا جا چکا تھا کہ یہ لوگ ان ناپاک منصوبوں میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے اور وہی غدار شاگرد آپ کی شباہت میں قتل کیا جائے گا جو آپ کو دشمنوں کے حوالے کرے گا اور پھر دنیا اس واقعے کی حقیقت اس وقت جان لے گی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے۔ انجیل برناباس کے مطابق حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اس امر سے اپنے شاگردوں کو مندرجہ ذیل الفاظ میں باخبر کر دیا تھا

• اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سونے کے ٹکڑوں کے عوض بیچ ڈالے گا اور اسی بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھ کو

بیچے گا وہی میرے نام سے قتل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ محمد کو زمین سے اوپر اٹھائے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ اس کو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میں ہوں۔ مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا، وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کر دے گا اور اللہ یہ اس لئے کرے گا کہ میں نے مسیّا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے وہ مسیّا جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی میں پہچانا جاؤں کہ زندہ ہوں اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے دھبے سے بری ہوں۔" [1]

موجودہ بائیبل میں اس واقعے کو مسخ کر کے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مصلوب و مقتول ظاہر کیا گیا ہے لیکن سینٹ برناباس نے واقعے کی وہی تفصیلات بیان کی ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا [2]

یعنی عیسٰے (علیہ السلام) کو نہ تو قتل کیا گیا اور نہ سولی پر چڑھایا گیا بلکہ اللہ کی اپنی خفیہ تدبیروں کے باعث اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں سوائے اپنے خیال کی پیروی کے اور انہوں

---

[1] ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ مضمون حضرت عیسٰے انجیل برناباس میں از عدنان غازی ص ۱۳۱۔

[2] النساء: ۱۵۷ - ۱۵۸

نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر زندہ) اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اعلان فرما دیا:۔

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ[1]

"کوئی اہل کتاب ایسا باقی نہیں رہے گا جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے آپ پر ایمان نہ لائے گا اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) قیامت کے دن ان (اہل کتاب) پر گواہی دیں گے۔"

انجیل برناباس کے مطابق:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد تین روز کے لئے دوبارہ روئے زمین پر تشریف لائے تھے اس موقع پر آپ نے اپنے شاگردوں کو وہی مشن جاری رکھنے کی ہدایت کی جس کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ اس جگہ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ پر چوروں کے درمیان مصلوب ہونے کی بدنامی کا جو داغ لگا ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھو دیں گے۔[2]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں (مددگاروں، شاگردوں) کو حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔

حواریوں کا یہ کام قرار دیا گیا، بیماروں کو اچھا کرنا، مُردوں کو جِلانا، کوڑھیوں کو

---

[1] النساء ۱۵۹:۴

[2] مضمون بشارات عیسیٰ انجیل برناباس میں ص ۱۳۱ (سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر)

پاک صاف کرنا، بدروحوں کا نکالنا اور انہیں یہ حکم تھا کہ اپنے پاس کچھ نہ رکھیں۔ تم نے مفت پایا مفت دینا، نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے، راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی کیونکہ مزدور اپنی خوراک کا حق دار ہے۔[1]

حواریوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام سے عہد کیا کہ وہ ان کے فرماں بردار اور مددگار رہیں گے۔ قرآن پاک میں مذکور ہے:۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ[2]

عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی طرف ہو کر دین میں میرا مددگار کون ہے؟ تو حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں

حضرت عیسٰے علیہ السلام کی کتاب "انجیل مقدس" آج ہمارے پاس صحیح حالت میں موجود نہیں۔ آج جو عیسائی مذہبی ادب دستیاب ہے اس کا بہت بڑا حصہ نہ تو اللہ کا کلام ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا، یہ دراصل عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حواریوں کے بھی تلامذہ کا تحریر کردہ ہے جس میں ان لوگوں نے اپنے علم و فہم کی بنیاد پر حضرت عیسٰے علیہ السلام کے حالات اور ان کی تعلیمات کو جمع کیا۔ مثلاً انجیل مارک کا مصنف مارک سینٹ پطرس کا شاگرد تھا انجیل لوقا کا مصنف لوک سینٹ پال کا شاگرد اور انجیل یوحنا حواری نہیں بلکہ کوئی دوسری شخصیت ہے۔

تمام اناجیل یونانی زبان میں تحریر کی گئیں جبکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے تمام حواریوں کی زبان سریانی تھی۔ اناجیل کو کبھی حفظ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی جس کی وجہ

---

1. انجیل متی ۱۰: ۶-۱۰ 2. سورہ الصف: ۱۴

سے ان میں تغیر و تبدل آسان ہو گیا کیونکہ جب بھی کوئی نسخہ ترتیب دیا گیا تو یہ بڑا آسان تھا کہ ہر گروہ اپنے عقائد کے خلاف جو چیز دیکھے اُسے حذف کرے اور جس کی کمی پائے اُسے بڑھا دے اور اسی طرح کی دیگر وجوہات کی بنا پر یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ موجودہ انجیل وہی ہے جو حضرت عیسٰے علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اس لئے کہ اس انجیل کو محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا [1]

اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کے مطابق :۔

"حضرت عیسٰے علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی بائبل فقط عہد نامہ قدیم تھی۔ جہاں تک ہمارا موجودہ علم راہنمائی کرتا ہے وہ خود اور ان کے حواری عہد نامہ قدیم کو اپنے لئے بالکل کافی خیال کرتے تھے۔ [2]

بائبل کے دو حصے ہیں۔ عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید، یہود صرف عہد نامہ عتیق کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ عیسائی عہد نامہ عتیق کو منسوخ اور عہد نامہ جدید کو ناسخ مانتے ہیں۔ عیسائیوں کے خیال میں عہد نامہ عتیق شریعت کا عہد ہے یعنی اس عہد میں لوگ شریعت پر عمل کریں اور نجات حاصل کریں۔ عہد نامہ جدید فضل اور کفارہ کا عہد ہے کہ لوگ شریعت کو لعنت سمجھ کر مسیح کو لوگوں کے گناہوں کے فدیہ میں مصلوب سمجھیں اور نجات پائیں [3]

بہرحال بائبل کا عہد نامہ عتیق ہو یا عہد نامہ جدید دونوں میں بہت ہی تحریف ہوئی۔ تورات کے بارے میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ آج اصلی حالت میں موجود نہیں جہاں تک انجیل کا تعلق ہے تو انجیل مقدس میں بھی بہت سی تحریف ہوئی اور یہ بھی اپنی حقیقی صورت میں محفوظ نہ رہ سکی۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بعد ہی جعل سازی اور فریب کاری کا بازار گرم ہو گیا تھا۔

---

[1] ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ ص ۱۸۰ ؎

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۳ ص ۳۱۰ [3] مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ۴۴۴

جھوٹے مدعیان نبوت کے علاوہ دین دار عیسائیوں نے دین کے معاملے میں کذب بیانی کا شیوہ اختیار کر لیا تھا [۱]

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے مطابق :-

" حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بیس سال بعد تک کسی کو نئی کتاب کی تدوین کا خیال نہ آیا اور جب خیال آیا تو عہد نامہ قدیم کا نمونہ پہلے سے موجود تھا اسی کو سامنے رکھ کر آہستہ آہستہ انجیل کی ترتیب کا کام شروع ہوا جس نے رفتہ رفتہ عہد نامہ جدید کی صورت اختیار کر لی" [۲]

محققین یورپ بھی آج اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد ابتدائی تین صدیوں میں تقریباً اڑھائی سو انجیلیں پائی جاتی تھیں جب مسیحی فرقوں کے اصولی اختلاف اور انتشار کی وجہ سے جعلی اناجیل نویسی کا رواج عام ہو گیا تو ۳۲۵ء میں قسطنطین اعظم نے تین سو پادریوں کی ایک کونسل بلائی تاکہ وہ اصل انجیل اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے صحیح عقائد کا فیصلہ کرے نیقہ کی کونسل نے سب انجیلوں کو جمع کیا اور صرف چار کو منتخب کر کے باقی کو متروک قرار دیا۔ یہ انتخاب کسی تاریخی یا علمی بنیادوں پر نہیں کیا گیا بلکہ ایک طرح کی فال نکالی گئی اور اس کو الہامی اشارہ تسلیم کیا گیا۔

چنانچہ قسطنطین اعظم نے چار اناجیل کے علاوہ باقی سینکڑوں نسخوں کو جعلی قرار دے کر جلا دینے کا حکم دے دیا۔ بلکہ یہاں تک حکم دے دیا کہ جو شخص ایسی تحریر چھپا رکھے گا، یا جلا نہ دیگا یا بادشاہ کی خدمت میں پیش نہ کرے گا اسے سزا کے موت دی جائیگی اس طرح سینکڑوں نسخے جلا دیئے گئے [۳] اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق

" ابتدائی مسیحی تاریخ میں اثناسیوس ATHAASIVS کو بڑی اہمیت حاصل ہے

---

[۱] مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ صہ ۴۴۴ [۲] انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا طبع یازدہم جلد ۲۰ تحت عنوان (NEW-TESTAMENT) [۳] مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ۴۴۶ ۔

نیقیہ (NICEA) کی مشہور مجلس منعقدہ ۳۲۵ء کا بھی یہ اہم رکن تھا اور اسی کی کوششوں سے فیصلہ ہوا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت جامع الوہیت و ناسوتیت تھی۔ عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین میں بھی اس کی جدوجہد بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی نے سنہ ۳۸۲ء میں اس کے موجودہ اجزائے ترکیبی کا قطعی فیصلہ کیا۔ اس سال روم میں پوپ ڈیماسس DAMASUS کے ماتحت ایک مجلس کلیسا منعقد ہوئی۔ اس میں عہد نامہ جدید کے لئے اتھانیسوس کی مجوزہ شکل تسلیم کر لی گئی۔ اس تجویز کے مطابق اس کی ہیئت ترکیبی یہ ہے۔

ا۔ اناجیل اربعہ

ب۔ رسولوں کے اعمال

ج۔ پولوس کے تیرہ مکتوب

د۔ عبرانیوں کے نام کا خط جس کے لکھنے والے کی تعیین نہیں ہو سکی بعض کا خیال ہے کہ یہ خط بھی پولوس کا ہے لیکن محققین کی بڑی تعداد کی رائے میں یہ خط پولوس کے کسی شاگرد کا ہے۔

ہ۔ یعقوب، پطرس، یوحنا اور یہودا کے آٹھ خطوط

و۔ مکاشفہ یوحنا۔

ان کتب و رسائل کو مستند تسلیم کر کے باقی تمام انجیلیں اور خطوط متروک قرار دیئے گئے۔ روما میں سنہ ۳۸۲ء کی مجلس نے جن کتب کو مستند تسلیم کیا تھا پوپ گلاسیوس GELASIUS سنہ ۴۹۲ء تا ۴۹۶ء نے ان کی توثیق کی اور باضابطہ طور پر انہیں سند قبولیت عطا کی۔ دراصل ابتدا میں کوئی ایسا واضح خط نہیں تھا جس کے بعد کوئی صحیفہ عہد نامہ جدید میں شامل نہ کیا جا سکتا اور سمجھا جا سکتا کہ عہد نامہ جدید کا نسخہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس عہد نامے کا متعین تصور قائم ہونے میں مزید ایک صدی لگ گئی۔ بعد ازاں مزید دو صدیاں اس طرح صرف ہوئیں کہ بعض کو اس سے خارج کر دیا جاتا تھا یا ایک گروہ ایک مجموعہ بناتا

تھا اور دوسرا گروہ اس کے مقابلے میں ایک اور مجموعہ پیش کر دیتا تھا۔ چوتھی صدی کے آغاز میں جاکر ایک مکمل بائبل کلیسا کے ہاتھ میں آئی لیکن اس وقت تک بھی سریانی بائبل نے کوئی معین شکل اختیار نہیں کی تھی۔ در اصل ۶۹۲ء میں مسیحی دنیا کے سوادِ اعظم نے ایک مکمل بائبل پر اتفاق کیا۔ گو آج کل بھی مختلف گروہوں کی بائبلوں میں کتب کی تعداد میں اختلاف ہے مثلاً کیتھولک بائبل بہتر کتب پر مشتمل ہے اور پروٹسٹنٹ بائبل چھیاسٹھ کتب پر۔ اس بائبل کا عہد نامہ جدید، ذیل کے اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہے۔ متی، مرقس، لوقا، یوحنا کی اناجیل رسولوں کے اعمال مکاتیب اور یوحنا عارف کا مکاشفہ یہ وہی اجزاء ہیں جن پر ۳۸۲ء کی مجلس نے بہت حد تک اتفاق کر لیا تھا اور پانچویں صدی کے اختتام پر پوپ گلاسیوس نے اس کی توثیق کر دی تھی۔

مسیحی علماء نے عہد نامہ جدید کے متن کی تصیح کے لئے گزشتہ صدیوں میں جان توڑ کوشش کی ہے۔ ان تلاش و تحقیق سے اُمید تھی کہ اناجیل کے کسی ایک متن پر ہمیشہ کے لئے اتفاق ہو جائے گا لیکن نتیجہ برعکس نکلا۔ مشہور جرمن ڈاکٹر میل نے عہد نامہ جدید کے چند نسخے جمع کر کے مقابلہ کیا تو تیس ہزار اختلاف شمار کئے۔ جان جیمس اور لطسیطین نے مختلف ملکوں میں پھر کر متقدمین کی نسبت بہت زیادہ نسخے بچشم خود دیکھ کر جب مقابلہ کیا تو دس لاکھ اختلافات شمار کئے یہ اختلافات زیادہ تر قرأت اور کتابت کے ہیں لیکن ان میں بکثرت ایسے اہم اختلافات بھی ہیں جن سے حق و باطل اور اصلی و غیر اصلی عبارات اور مضامین کی تمیز اٹھ جاتی ہے بعض حصے الحاقی ہیں کہیں کچھ حصے کم ہیں کہیں عبارت کو بدل دیا گیا ہے۔ نسخوں کے ان اختلافات نے متنِ انجیل سے تعلق رکھنے والے متعدد مشکل مسائل پیدا کر دیئے ہیں جن کا قطعی نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے مل (Mill) نے ۱۷۰۷ء میں اور ویٹ سٹائن نے

(WETSTEIN) نے ۱۷۵۱ء میں بڑی تحقیق و تدقیق سے ثابت کیا ہے کہ عہد نامہ جدید میں بڑی زبردست اور اہم تحریف ہوئی ہے[1] آج جو اناجیل دستیاب ہیں ان میں انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا عیسائیوں کے نزدیک محترم ہیں۔ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق متی کی انجیل سب سے پرانی ہے۔ مؤرخین کا اس بات پر اختلاف ہے کہ کس زبان میں لکھی گئی کچھ کا کہنا ہے کہ انجیل متی پہلے یونانی زبان میں تھی لیکن اکثریت کا قول ہے کہ متی نے انجیل عبرانی میں لکھی نہ کہ یونانی میں۔ انجیل متی کی تالیف ۶۱ء اور ۶۵ء کے درمیان میں ہوئی۔

انجیل متی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ایک حواری متی سے منسوب ہے اور اٹھائیس ابواب پر مشتمل ہے اس کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامے سے ہوتی ہے اور اختتام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (مرنے) اٹھائے جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنے حواریوں سے ملاقات، گفتگو اور پھر انہیں تبلیغ دین کی تعلیم دینے پر ہوتا ہے اس انجیل میں عیسائیوں کو نرمی اور برداشت کی تعلیم دی گئی ہے اور اگلی شریعتوں کے حکم کے حوالے سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ شریعت عیسوی رضا اور تسلیم کا نام ہے۔

انجیل مرقس کے متعلق بعض مؤرخین کا یہ خیال ہے کہ یہ سب سے قدیم ہے تاریخ کلیسا کی روایت کے مطابق مرقس نے یہ انجیل ۶۳ء میں لکھی۔ یہ انجیل کسی حواری نے نہیں لکھی بلکہ عیسائی عقائد کے مطابق پطرس کے ایک شاگرد مرقس نے اسے لکھا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ مرقس ایک یہودی الاصل یونانی تھا۔ پہلے پال اور برناباس کا رفیق تھا اور پھر ان سے علیحدہ ہو کر پطرس حواری کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس نے جو تعلیم پطرس سے حاصل کی اسے رومی یعنی لاطینی زبان میں لکھ کر

---

[1] اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۳ ص نمبر ۳۱۰ - ۳۱۱ (مضمون انجیل)

اُسے شہرِ روم سے شائع کیا۔ لاطینی زبان والی انجیل مرقس ضائع ہو چکی ہے اور اس کا یونانی ترجمہ موجود ہے۔ یونانی ترجموں میں غلطیوں کے ہونے کا بھی عیسائی مصنفین کو اعتراف ہے[1]۔ یہ انجیل سولہ ابواب پر مشتمل ہے اس کی ابتدا میں یوحنا نبی (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کا بپتسمہ دینے کا ذکر ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یوحنا سے بپتسمہ لیا۔ انجیل مرقس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزات کا ذکر بھی ملتا ہے اور غیر ضروری رسوم سے اجتناب کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔

انجیل لوقا کے مرتب لوقا انطاکیہ کا رہنے والا ایک طبیب اور غیر یہودی مورخ تھا جو مسیح کے حواریوں میں سے نہیں تھا۔ عیسائی علماء لوقا کو پولوس کا شاگرد قرار دیتے ہیں۔ اس کی انجیل کے ماخذ ان لوگوں کے اقوال ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی لوقا سے دو کتب منسوب ہیں۔ ایک انجیل لوقا اور دوسری رسولوں کے اعمال، کہا جاتا ہے کہ لوقا نے انجیل ۶۳ء کے قریب اور اعمال ۶۴ء کے قریب لکھے۔ انجیل لوقا چوبیس ابواب پر مشتمل ہے اس کے آغاز میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر ملتا ہے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پھر بارہ برس کی عمر میں ان کا والدہ سے بچھڑنا ان کی تلاش میں سرگرداں رہنا، یروشلم میں ان کا کاہنوں سے سوال و جواب کرنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات، حواریوں کو سمجھانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا تذکرہ ہے اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ یہودیوں نے آپ کو صلیب پر چڑھانے کے لئے شور و غل مچایا اور ان کے بدلے اس شخص کو رہا کرا دیا گیا جو بغاوت اور قتل کے جرم میں گرفتار ہوا تھا۔[2]

انجیل یوحنا تینوں اناجیل سے اپنے مضامین اور طرز ادا سے منفرد اور یگانہ حیثیت

---

[1] مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۵۰۸ [2] ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ ص ۴۰۵

رکھتی ہے جس کی ابتدا میں کلام اور خدا اور ان کے تعلق کو عجیب فلسفیانہ انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ انجیل اکیس ۲۱ ابواب پر مشتمل ہے اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا سب چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھی اور نور تاریکی میں چمکتا ہے اور تاریکی نے اسے قبول نہ کیا۔ ۱؎

اناجیل اربعہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بہت سی ایسی پیشین گوئیاں ملتی ہیں جن سے واضح طور پر پیغمبر اول و آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی نوید ملتی ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی جدائی کی خبر دیتے ہوئے اپنے غمگین حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا:-

ا. اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں کو مد نظر رکھو

ب. میں باپ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

ج. روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اسے نہیں دیکھتی اور نہ اسے جانتی ہے مگر تم اسے پہچانو گے کیونکہ وہ تم میں ہمیشہ رہے گا۔ ۲؎

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:-

۱. میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔ میں تمہارے پاس آؤں گا ۳؎

۲. مگر جب فارقلیط آئے گا جسے میں تمہارے پاس باپ کے پاس سے بھیج دوں گا۔ روح حق جو باپ سے آتی ہے وہ میری شہادت دے گی ۴؎

۱؎ یوحنا کی انجیل ۱:۱-۵ ۲؎ یوحنا کی انجیل (بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۸۸)

۳؎ یوحنا کی انجیل ۱۴: ۱۸-۱۹ ۴؎ یوحنا کی انجیل ۱۵: ۲۶

۳۔ تاہم میں تمہیں سچ کہتا ہوں میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ اگر میں جاؤں تو میں اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔[1]

۴۔ جب وہ آئے گا تو وہ دنیا کو گناہ نیکی اور عدالت سے ملزم گردانے گا۔ گناہ سے اس لئے کہ انہوں نے مجھے نہیں مانا۔ صداقت سے اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے اب نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ دنیا کا سردار آجایا جائے گا۔ میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں مگر تم میں ابھی ان کی برداشت نہیں۔ البتہ جب وہ روح حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی طرف رہنمائی کریگی کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی مگر جو کچھ وہ سنے گی وہی کہے گی اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی۔[2]

انجیل یوحنا کی مذکورہ بالا عبارات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک آنیوالے کی خبر دے رہے ہیں جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ دنیا کا سردار "سرور عالم" ہوگا" ابد تک رہے گا۔" سچائی کی تمام راہیں دکھائے گا اور خود اُن کی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دے گا۔ انجیل یوحنا کی ان عبارتوں میں "روح القدس" اور "سچائی کی روح" وغیرہ کے الفاظ شامل کر کے مدعا کو خبط کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے مگر اس کے باوجود ان سب عبارتوں کو اگر غور سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی روح نہیں بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص ہے جس کی تعلیم عالمگیر، ہمہ گیر اور قیامت تک باقی رہنے والی ہوگی اس خاص شخص کے لئے اردو ترجمے میں "مددگار" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور یوحنا کی اصل انجیل میں یونانی زبان کا جو لفظ استعمال کیا گیا تھا اس کے بارے میں عیسائیوں کو اصرار ہے کہ وہ ——

[1] یوحنا کی انجیل ۱۶ : ۷ [2] یوحنا کی انجیل ۱۶ : ۸ – ۱۳

PARACLETUS تھا مگر اس کے معنی متعین کرنے میں خود عیسائی علماء کو سخت زحمت پیش آئی ہے۔ "اصل یونانی زبان میں PARACLETE کے کئی معنی ہیں کسی جگہ کی طرف بلانا، مدد کے لئے پکارنا، تنبیہہ کرنا، ترغیب دینا، التجا کرنا، دعا مانگنا پھر یہ لفظ مجہولی مفہوم میں یہ معنی دیتا ہے۔ تسلی دینا، تسکین بخشنا، ہمت افزائی کرنا بائیبل میں اس لفظ کو جہاں جہاں استعمال کیا گیا ہے ان سب مقامات پر اس کے کوئی معنی بھی ٹھیک نہیں بیٹھتے" [۱] فارقلیط کے معنی احمد ہیں بقول مصنف مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ:-

"سیل نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عبرانی لفظ فارقلیط کے معنی احمدؐ ہیں"

پس عیسائیوں کے اپنے اقرار کے مطابق فارقلیط کے معنی احمد ہیں جن کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے کی بشارت دی تھی۔ تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی صرف محمدؐ ہی نہ تھا بلکہ احمدؐ بھی تھا احادیث سے ثابت ہے کہ احمدؐ بھی آپ کا نام تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

انا محمدٌ وانا احمدُ و الحاشرُ [۲]

یعنی میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں حاشر ہوں،

اسی مضمون کی روایات حضرت جبیر بن مطعمؓ سے امام مالکؒ، امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ نے نقل کی ہیں۔ قرآن پاک میں بھی آیا ہے

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ [۳]

اور میں بشارت دیتا ہوں ایک رسولؐ کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمدؐ ہے۔

---

[۱] یہودیت و نصرانیت ص ۲۵۸-۲۵۹ [۲] مسلم و ابو داؤد [۳] الصف: ۶

انجیل یوحنا میں فارقلیط (احمد) سے متعلق جتنی نشانیاں بیان ہوئی ہیں وہ سب حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجودِ مبارک سے پوری ہوتی ہیں اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بشارت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق ہے۔

"میں خدا سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں اور کوئی تسلی دینے والا (فارقلیط) دیگا۔ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔"

مندرجہ بالا پیشین گوئی کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں ہی کی گئی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نہ کوئی شریعت آئی اور نہ کوئی نبی مبعوث ہوا اور "جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا" سے مراد بھی دراصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت روزِ محشر تک باقی رہے گی۔ خود خالقِ کائنات نے اعلان فرمایا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ [۱]

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں میں پچھلے ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ آپ پر بابِ نبوت بند ہو گیا اور آپ کی شریعت تا قیامت جاری و ساری رہے گی۔ عربی لغت اور محاورے کی رو سے خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی یہی ہیں کہ آپ وصفِ نبوت کے ساتھ اس عالم میں سب سے آخر میں متصف ہوئے یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائیگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

"میں خلقت میں سب انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب کے آخر میں ہوں۔" [۲]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم اپنے خمیر میں تھے" [۳]

---

[۱] الاحزاب: ۴۰ [۲] دلائل النبوۃ و خصائص الکبریٰ [۳] خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص ۳

جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ آنے کا تعلق ہے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آپ جب اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف بہ حرف صادق آتی ہیں۔ جس صراحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں۔ متی کی انجیل کے مطابق حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھائی اور انہیں ہدایت کی کہ اسی طور دعا مانگتے رہنا۔

"اے خدا! وہ حکومت آئے اور تیری حکومت کی عملداری اس زمین پر قائم ہو جیسی کہ آسمانوں میں ہے۔" [۱]

انجیل متی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو یہودیوں کے شہروں میں تبلیغ کرنے کیلئے بھیجا تو انہیں ایک نصیحت یہ بھی کی تھی کہ تم جہاں سے بھی گزرو، راہ میں یہ اعلان کرتے جانا کہ خدا کی حکومت نزدیک آرہی ہے۔ متی میں مرقوم ہے

"پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں یہ طاقت بخشی کہ انہیں تمام شیطانی روحوں پر پورا پورا اختیار ہو اور وہ بیماریوں کا علاج کر سکیں" [۲]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو یہ حکم دے کر روانہ کیا

"اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے بیماروں کو اچھا کرنا، مردوں کو جلانا، کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا۔" [۳]

انجیل متی کی ان آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی یہ خوشخبری کسی آئندہ زمانے

---

[۱] انجیل متی ۶ : ۱۰ [۲] انجیل متی ۱۰ : ۱ [۳] انجیل متی ۱۰ : ۷ - ۸

کیا ہے تھی جس کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور ذات سے جو بھی اس وقت موجود بھی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھانے کی کیا ضرورت تھی کہ اے خدایا! وہ ملکوت آئے یا حضرت عیسیٰؑ کے حواری شہر شہر، قریہ قریہ لوگوں کو یہ بتاتے پھریں کہ اللہ کی بادشاہی نزدیک آ رہی ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد بھی اگر ان کے حواری یہ دعا مانگتے ہیں تو اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد نبوت نہیں بلکہ ان بعد کسی عظیم شخصیت کی آمد کی نشاندہی ہو رہی ہے اور وہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہ تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہی کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیاں کو نہیں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے مستند حالات اور ان کی اصل تعلیمات کو جاننے و سمجھنے کا بھی معتبر ذریعہ اناجیل اربعہ نہیں ہیں جن کو مسیحی کلیسا نے معتبر و مستند اناجیل قرار دے رکھا ہے بلکہ اس کا زیادہ معتبر ذریعہ وہ انجیل ہے جسے برناباس کی انجیل کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ اہل نصاریٰ کے ہاں زیادہ معتبر کتاب نہیں لیکن اگر تمام اناجیل کا مطالعہ کیا جائے تو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ برناباس جس کا اصل نام (JOSES) تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد اور معتبر تھا۔ یہ ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھا لئے جانے کے بعد اناجیل سینکڑوں کی تعداد میں لکھی گئیں۔ کئی اناجیل ایسی تھیں جن میں آپ کو "اللہ" یا "ابن اللہ" (معاذ اللہ) کہا گیا جبکہ کچھ ایسی بھی تھیں جن میں اس نظریے کی سختی سے تردید کی گئی اور ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے جہاں کا نبی بتایا گیا۔ انجیل برناباس کا شمار بھی انہی کتابوں میں ہوتا ہے تاریخی نظر میں اسی کو تمام انجیلوں کا اصل اور مرجع قرار دیا جاتا ہے۔ عیسائی "انجیل برناباس" کے قائل اس لئے نہیں ہیں کہ اس کے مندرجات سے ان کے عقیدہ تثلیث پر ضرب کاری پڑتی ہے مثلاً:-

(۱) اناجیل اربعہ۔ انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا میں تین اقانیم کا ذکر ہے برناباس نے اللہ تعالیٰ کو رب العالمین اور خالق ارض و سمٰوٰت کہا ہے۔

۲: اناجیل اربعہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتی ہیں جبکہ برناباس انہیں خدا کا فرستادہ (نبی) کہتے ہیں اور اسی عقیدے کی وجہ سے انہوں نے انجیل لکھی۔

۳: اناجیل اربعہ کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ مگر برناباس اس عقیدے کی سختی سے تردید کرتے نظر آتے ہیں۔

یہی وہ حقائق ہیں جن کے سبب پوپ اور کلیسا "انجیل برناباس" کو صحیح انجیل تسلیم کرنے سے انکار کرتے آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کسی مسلمان کی تصنیف ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری برناباس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ محققین نے تحقیق کے بعد یہ ثابت کر دیا ہے کہ "انجیل برناباس" کسی مسلمان کی تحریر کردہ نہیں بلکہ اس کے مصنف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری برناباس خود ہیں۔ سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے بھی پچھتر سال پہلے پوپ گلاسیس اول (GELASIUS) کے زمانے میں بدعقیدہ اور گمراہ کن کتابوں کی جو فہرست مرتب کی گئی تھی اور ایک پاپائی فتوے کے ذریعہ سے جن کا پڑھنا ممنوع کر دیا گیا تھا۔ ان میں انجیل برناباس بھی شامل تھی۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت کون سا مسلمان تھا جس نے یہ جعلی انجیل تیار کی تھی [۱]

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھا لئے جانے کے بعد سینکڑوں اناجیل لکھی گئیں مگر جب ۳۲۵ء میں نیقیہ کی کونسل نے چار اناجیل کے علاوہ باقی تمام اناجیل منسوخ کرنے کا اعلان کیا تو اس میں انجیل برناباس بھی تھی۔ اور عیسائیوں کے پاس اس کا رکھنا جرم ٹھہرایا۔ تو یہ کتاب ایسی غائب ہوئی کہ تمام عیسائی بھی اس سے بالکل بے خبر ہو گئے کیونکہ اس کے مندرجات کی وجہ سے عیسائیت کے عقیدہ تثلیث پر ضرب کاری پڑتی تھی اس لئے اس کی اشاعت عام نہ ہو سکی۔ تاہم یہ زمانے کی دست برد سے محفوظ منتقل ہوتی رہی۔ پوپ سکسٹس (۱۵۸۵-۱۵۹۰) کے کتب خانہ میں پوپ کے ایک دوست "فرامرینو" کی اس پر نظر پڑی اور اس نے یہ نسخہ

---

[۱] یہودیت و نصرانیت ص ۹۲ ؛ سید ابوالاعلیٰ مودودی

وہاں سے غائب کر لیا اور اس کا ترجمہ اپنی مادری زبان "اطالوی" میں کیا۔ ۱۷۰۹ء میں یہ اطالوی ترجمہ شاہ پروشیا کے ایک درباری جے ایف کریمر کے ہاتھ لگا۔ ۱۷۱۳ء میں کریمر نے یہ نسخہ سافوئے کے ایک شہزادہ ڈیوک یوجین سافوئی کی نذر کیا اس نے بادشاہ کو یہ اطالوی نسخہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ انجیل کسی محمدی (مسلمان) کی تالیف اور عربی سے اطالوی زبان میں ترجمہ ہے ۱۷۳۸ء میں پرنس یوجین کا کتب خانہ ویانا کی امپریل لائبریری میں منتقل ہو گیا اور یوں انجیل برنباس کا یہ واحد قدیم نسخہ جس کو دنیا میں شہرت اور اعتبار حاصل ہے آج تک آسٹریلیا کے دارالحکومت ویانا کے شاہی کتب خانے میں موجود ہے اس کا حجم ۲۲۵ دبیز کاغذ کے صفحات پر مشتمل ہے۔

انجیل برنباس کا ایک اور نسخہ جو اسپینی زبان میں تھا اٹھارویں صدی عیسوی میں ملا جو دو سو بائیس فصلوں اور بائیس الواب پر مشتمل تھا اور اس کے چار سو بیس صفحات تھے یہ نسخہ شہر ہدلی چیشائر کے ایک ڈاکٹر ہلم سے مشہور مستشرق جارج سیل نے اڑایا۔ سیل کے بعد یہ کتاب ڈاکٹر منک ہوس کو ملی جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے کوئینس کالج میں پڑھاتے تھے انہوں نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ ۱۷۸۴ء میں ڈاکٹر منک نے یہ ترجمہ اصل نسخہ کے ساتھ اپنے ایک دوست پروفیسر ڈاکٹر ہیوٹ کی نذر کیا۔ اٹھارویں صدی کے آغاز میں یورپ میں انجیل برنباس کا شہرہ ہوا اور عرصہ تک اس کے حق اور مخالفت میں بحث چلتی رہی پھر یہ کہ اطالوی نسخہ اور اس کا انگریزی ترجمہ کہیں غائب کر دیا گیا۔ ۱۹۰۷ء میں برطانیہ کے ایک ممتاز دانشور مسٹر ریگ (RAGG) نے اپنی بیوی کی مدد سے انجیل برنباس کے اطالوی نسخے سے انگریزی میں ترجمہ کیا جو آکسفورڈ سے شائع ہوا اسے بھی غائب کر دیا گیا۔ ۱۹۰۸ء میں مصر کے ایک عرب عیسائی ڈاکٹر خلیل بک سعادت نے اس کو عربی زبان میں منتقل کیا اسے محمد رشید رضا مالک و مدیر اخبار المنار نے شائع کیا۔ ۱۹۱۶ء اور ۱۹۶۲ء میں اس کے مزید دو ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ ۱۹۷۳ء میں مسٹر ریگ کے انگریزی ترجمہ

کو قرآن کونسل آف پاکستان نے شائع کیا جب کہ اس کا ترجمہ آسی ضیائی صاحب نے کیا اور جسے ۱۹۷۳ء میں اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور نے شائع کیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ عائشہ بوانی وقف کراچی نے ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یوں انجیل برناباس کا یہ نسخہ زمانے کی دست برد سے محفوظ منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔ باوجودیکہ اس میں بھی بعض بنیادی قسم کی غلطیاں ہیں تاہم یہ نسبتاً صحیح نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ نیز چونکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی تصدیق واشگاف الفاظ میں ہوتی ہے اس لئے اس میں درج پیشین گوئیاں زیادہ وزنی ہیں۔ اہل نصاریٰ جس وجہ سے انجیل برناباس کے مخالف ہیں وہ دراصل یہ نہیں ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جا بجا واضح الفاظ میں بشارتیں موجود ہیں کیونکہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے بہت پہلے اس انجیل کو رد کر چکے تھے ان کی مخالفت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ برناباس نے اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "ابن اللہ" کی بجائے خدا کے نبی کی حیثیت سے پیش کیا۔ انہوں نے انبیاء ماسبق کی تعلیمات کی اس کتاب میں تصدیق کی عیسائیت کے اس عقیدہ پر بھی کاری ضرب لگائی۔ جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بجائے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ کہا گیا۔ ساتھ ہی عیسائیوں کے اس نظریہ کی بھی مخالفت کی کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی نہیں۔ برناباس نے اس پولوسی عقیدے کی بھی واضح تردید کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اور انہوں نے صلیب پر جان دی۔

سینٹ برناباس نے اپنی انجیل میں ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو پیشین گوئیاں لکھی ہیں ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے کہیں رسول اللہ کہتے ہیں کہیں آپ کے لئے "مسیح" کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہیں قابل تعریف کہتے ہیں ان ساری بشارتوں میں سے چند

درج ذیل ہیں :-

" سینٹ برناباس کے بیان کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کو تیس سال کی عمر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضۂ نبوت کی ادائیگی کا حکم سنایا چنانچہ آپ نے تبلیغ دین کے لئے جو پہلا خطبہ بیت المقدس میں ارشاد فرمایا۔ اس میں افضل الانبیاء کی آمد کی طرف یوں اشارہ کیا۔

" پاک ہے نام اللہ قدوس کا جس نے تمام رسولوں اور نبیوں کا نور پیدا کیا سب چیزوں سے قبل تاکہ اسے دنیا کے چھٹکارے کیلئے بھیجے جیسا کہ اس نے اپنے بندے داؤد کے ذریعے یہ کہتے ہوئے کلام کیا ہے کہ میں نے پاک روحوں کی روشنی میں صبح کے ستارے سے قبل تجھ کو پیدا کیا" [1]

مبشراتِ عیسیٰ انجیل برناباس کے مضمون نگار کے مطابق :-

اس اجمال کی تفصیل انجیل برناباس کے باب ۳۵ میں اس موقع پر بیان کی گئی ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں یہودی کاہنوں اور علماء کے درمیان تبلیغ توحید کے باعث ان کے غصے کا مورد بن چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطمینان دلا دیا تھا کہ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے اور آپ کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک دنیا اختتام کے قریب نہ پہنچ جائے" اس بشارت کے بعد عیسیٰ علیہ السلام مخالفت اور عداوت سے بے نیاز ہو کر اعلائے کلمۃ الحق میں سرگرم ہو گئے اس دوران جب آپ دریائے اردن کے پار صحرا میں فروکش تھے۔ ایک روز آپ کے حواریوں نے اس نکتہ کی وضاحت چاہی کہ ابلیس غرور کے باعث کیوں کر راندۂ درگاہ الٰہی ہوا؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :-

جب اللہ نے مٹی کا ایک ٹکڑا پیدا کیا اور اس کو پچیس ہزار سال بغیر اس کے ڈالے رکھا

---

[1] انجیل برناباس ۱۲ ، ۷

کہ کچھ اور کہے شیطان نے جو کاہن اور فرشتوں کے سردار کی مانند تھا۔ بوجہ اس بڑے ادراک کے جو اس کو حاصل تھا یہ معلوم کر لیا کہ بیشک اللہ اسی ٹھکڑے سے ایک لاکھ چوالیس ہزار نبیوں کو بنائے گا جن کو نبوت کی عزت دی گئی ہوگی اور رسول اللہ کو بھی جن کی روح اللہ نے ہر دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی ہے [۱] اس کے بعد آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے ابلیس کے انکار کا واقعہ تقریباً اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو قرآن مجید میں درج ہے اور پھر اس ضمن میں عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو آدمی نماز نہیں پڑھتا وہ شیطان سے بھی برا ہے اور عنقریب اس پر بہت ہی بڑا عذاب وارد ہوگا۔ اس واسطے کہ شیطان کے لئے اس کے گرنے سے قبل ڈرنے کے بارے میں کوئی عبرت موجود نہ تھی اور اللہ نے اس کے لئے کوئی رسول نہیں بھیجا جو اس کو توبہ کی طرف بلاتا۔ لیکن انسان یہ جان لے کہ تمام انبیاء سوائے اس رسولؐ اللہ کے آچکے ہیں جو میرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کا راستہ صاف کروں بے فکری کیسا تھ بغیر کسی خوف کے یوں زندگی بسر کرتا ہے گویا خدا موجود ہی نہیں [۲]"

اس ارشاد میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہوں گے۔ انجیل برنباس باب ۱۷ میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی یہ بشارت درج ہے

"تمام انبیاء جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی۔ انہوں نے ابہام کے ساتھ باتیں کی مگر میرے بعد تمام انبیاء اور مقدس ہستیوں کا نور آئے گا جو انبیاء کی کہی ہوئی باتوں کے اندھیرے پر روشنی ڈال دے گا کیونکہ

---

[۱] انجیل برنباس ۳۵ : ۶-۸ [۲] انجیل برنباس ۳۶ : ۲-۶ مبشرات عیسٰی انجیل برنباس میں از عرفان قاضی ۔ سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر

وہ خدا کا رسول ہے۔"

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:۔

" بالیقین میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نبی جو آیا ہے وہ صرف ایک قوم کے لئے خدا کی رحمت کا نشان بن کر پیدا ہوا ہے اسی وجہ سے ان انبیاء کی باتیں ان لوگوں کے سوا کہیں اور نہیں پھیلیں جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے مگر خدا کا رسولؐ جب آئے گا۔ خدا گویا اس کو اپنے ہاتھ کی مہر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو جو اس کی تعلیم پائیں گی نجات اور رحمت پہنچا دے گا وہ بے خدا لوگوں پر اقتدار لے کر آئے گا اور بت پرستی کا ایسا قلع قمع کرے گا کہ شیطان پریشان ہو جائیگا۔[1]"

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا:۔

" وہ نشانیاں جو خدا میرے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔ ظاہر کرتی ہیں کہ میں اللہ کے ارادے سے کلام کرتا ہوں اور میں اپنے کو اس نبی جیسا نہیں سمجھتا جس کے بارے میں تم کہتے ہو اس لئے کہ میں تو اس کا بھی اہل نہیں کہ رسول اللہ کے جوتوں کے تسمے کھولوں جسے تم "مسیا" کہتے ہو اور مجھ سے پہلے پیدا ہوا ہے اور میرے بعد کلامِ حق لے کر آئے گا اور اس کے دین کی انتہا نہ ہوگی۔[2]"

حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے سوال کیا کہ وہ مسیح کس نام سے پکارا جائے گا اور اس کی آمد کی کیا نشانیاں ظاہر ہوں گی تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جواب دیا:۔

" اس مسیح کا نام قابلِ تعریف ہے کیونکہ خدا نے جب اس کی روح پیدا کی تھی اس وقت اس کا یہ نام خود رکھا تھا اور وہاں اُسے ایک ملکوتی شان میں رکھا گیا تھا۔ خدا نے کہا:۔

---

[1] انجیل برنباس باب ۴۳ [2] انجیل برنباس باب ۴۲

"اے محمدؐ ! انتظار کر کیوں کہ تیری ہی خاطر میں جنت، دنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا اور اس کو تجھے تحفہ کے طور پر دوں گا۔ یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا اُسے برکت دی جائے گی۔ جو تیری مخالفت کریگا اس پر لعنت کی جائے گی جب میں تجھے دنیا کی طرف بھیجوں گا تو میں تجھ کو اپنے پیغامبر نجات کی حیثیت سے بھیجوں گا تیری بات سچی ہوگی یہاں تک کہ زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر تیرا دین نہیں مٹے گا۔ سو اس کا مبارک نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔" [1]

حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ان کے ایک حواری اندریاس نے سوال کیا! استاد آپ جس نبیؐ کے آنے کی نوید سنا رہے ہیں ہمیں ان کی کوئی نشانی بتائیں تاکہ ہم اسے پہچان لیں

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔

" وہ تمہارے وقت آئے گا بلکہ تمہارے کچھ سال بعد آئے گا جب انجیل مسخ ہو چکی ہوگی یہاں تک کہ بمشکل تیس ایمان دار رہ جائیں گے اس وقت خدا دنیا پر رحم فرمائیگا سو وہ اپنا رسول بھیجے گا جس کے سر کے اوپر سفید بادل کا سایہ ہوگا جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جان لیا جائے گا اور اس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت دنیا کو حاصل ہوگی۔ وہ بے دین لوگوں پر بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا اور زمین پر بت پرستی کو مٹا دے گا اور مجھے اس کی بڑی خوشی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے ہمارا خدا پہچانا جائے گا اور اس کی تقدیس ہوگی اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہوگی۔" [2]

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیر نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا۔

خدا کا عہد یروشلم میں معبد سلیمان کے اندر تعمیر کیا گیا تھا نہ کہ کہیں اور مگر میری بات کا یقین کرو کہ ایک وقت آئے گا جب خدا اپنی رحمت ایک اور شہر میں نازل

---

[1] انجیل برناباس باب ۹۷ [2] انجیل برنباس باب ۷۲

فرمائیگا۔ پھر ہر جگہ اس کی صحیح عبادت ہو سکے گی اور اللہ اپنی رحمت سے ہر جگہ سچی نماز کو قبول فرمائے گا۔ میں درا صل اسرائیل کے گھرانے کی طرف نجات کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مگر میرے بعد مسیح آئے گا خدا کا بھیجا ہوا تمام دنیا کی طرف جس کے لئے خدا نے یہ ساری دنیا بنائی ہے۔ اس وقت ساری دنیا میں اللہ کی عبادت ہوگی اور اس کی رحمت نازل ہوگی[1]

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے فرمایا:۔

" بیشک میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کی کتاب سے صداقت مسخ نہ کر دی گئی ہوتی تو خدا ہمارے باپ داؤد (علیہ السلام) کو ایک دوسری کتاب نہ دیتا اور اگر داؤد (علیہ السلام) کی کتاب میں تحریف نہ کی گئی ہوتی تو خدا مجھے انجیل نہ دیتا کیونکہ خداوند ہمارا خدا بدلنے والا نہیں ہے اور اس نے سب انسانوں کو ایک ہی پیغام دیا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کا رسول آئے گا تو وہ اس لئے آئیگا کہ ان ساری چیزوں کو صاف کر دے جن سے بے خدا لوگوں نے میری کتاب کو آلودہ کیا ہے[2]"

انجیل برناباس کے ان اقتباسات کے بعد نہ کسی بحث کی ضرورت رہتی ہے اور نہ ہی کسی دلیل کی کیونکہ :۔ شعر آفتاب آمد دلیل آفتاب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی جو بشارات دیں ان کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کی بعثت مبارکہ کا ایک بڑا مقصد یہ تھا۔

مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد

تورات اور انجیل کی پیشین گوئیوں کی مزید تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ دونوں عناصر عرب میں موجود تھے اور وہ ایک ایسے نبی آخر الزماں کی آمد کے منتظر تھے جو آل اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو

---

[1] انجیل برناباس باب ۸۲ [2] انجیل برناباس باب ۱۲۴ یہودیت و نصرانیت صفحہ ۲۴۷

دہشت دکھلائے یہ عقیدہ یہود مدینہ کا بھی تھا اور ان ہی سے مدینہ منورہ کے قبائل اوس و خزرج نے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کر کے اسلام میں سبقت کی۔

یہودی جو خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے وہ اُمید کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد بنی اسرائیل کی نکبت کے دن دور ہو جائیں گے یہ عقیدہ ان کا اس وجہ سے تھا کہ وہ اللہ کی نعمت و رحمت کو صرف بنی اسرائیل کی نسل کے لئے محدود سمجھتے تھے اس غلط تصور کی وجہ سے یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ کی رحمت صرف عمل صالح سے مشروط ہے رنگ و نسل کی کوئی تخصیص نہیں اور یہ بات تو آج تک ان کی سمجھ میں نہیں آئی ہے آج بھی یہودی دنیا کی سب سے بڑی نسل پرست قوم ہے اگرچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں اپنی محفلوں میں آپ کی آمد کا تذکرہ کرتے تھے اور اپنی مشکلات کے حل کیلئے اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے مدینہ منورہ میں اگر یہودیوں اور عربوں کے درمیان کبھی کوئی لڑائی جھگڑا ہو جاتا تو یہودی عربوں کو یہ کہہ کر ڈراتے۔ "ذرا اور صبر کرو آنیوالے نبی کا وقت قریب آپہنچا ہے ہم اس کے پیرو بن کر اس کی پناہ میں تمہیں تہس نہس کر دیں گے۔" [1]

لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو نہ صرف یہودیوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا بلکہ ہر طرح سے آپ کی مخالفت کی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بعثت رسول کے وقت یہودیوں کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ
عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا

---

[1] مضمون سید البشر اور یہودی رہنما از عبد الکریم عابد (سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر)

عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ؎۱

"اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو اُن کے ساتھ والی کتابوں (تورات و انجیل وغیرہ) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی کتاب (یعنی قرآن والے نبی علیہ السلام) کے وسیلے سے کافروں کے مقابلے میں فتح و کامرانی (کی دعا) مانگتے تھے تو جب تشریف لائے ان کے پاس وہ جانے پہچانے نبی (علیہ السلام) تو انھوں نے (پہچاننے کے باوجود) اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا کی لعنت ہو ان منکرین پر۔"

امام ابن تیمیہ نے اس آیت کے بارے میں اہلِ تفسیر سے یہ مستند روایت نقل کی ہے۔
بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قبل یہودی مشرکین سے یہ کہا کرتے تھے کہ وہ نبی ابھی آنے ہی والا ہے اور پھر ہم اس کے ساتھ مل کر تم سے لڑیں گے اور تمہیں مار ڈالیں گے اس کے ساتھ ہی وہ دعا بھی مانگتے تھے کہ اے اللہ! اس نبی اُمّی کو بھیج تاکہ ہم اس کی پیروی کریں اور اس کے ساتھ مل کر لڑیں۔ ؎۲

یہودیوں کے وہ علماء جو خدا ترس تھے انہوں نے اس نسلی اور قومی عصبیت میں پڑے بغیر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنی اسرائیل سے ہیں یا بنی اسمٰعیل سے فوراً آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لے آئے انہی یہودی علماء میں علامہ حصین بن سلام تھے وہ ایمان لائے تو ان کا نام تبدیل کر کے عبد اللہ بن سلام رکھا گیا۔ عبد اللہ بن سلام کا یہودی بڑا ادب احترام کرتے تھے لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو یہودیوں نے ان کی مخالفت بھی شروع کر دی ان کے اسلام لانے کا واقعہ بہت مشہور ہے اس کی تفصیل ابن اسحاق نے بیان کی ہے جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے

عبد اللہ بن سلام ایک ماہر عالم تھے انہوں نے بتایا:۔

؎۱ البقرۃ: ۸۹ ؎۲ رسالۃ التوسل والوسیلہ، امام ابن تیمیہ

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے متعلق سنا اور آپ کی صفت، آپ کا نام اور آپ کا وہ زمانہ جس کے ہم لوگ منتظر تھے مجھے معلوم ہو گیا تو میں نے اس معاملے کو خاموشی سے یہاں تک راز میں رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے جب آپ بنی عمرو بن عوف کے محلہ قبا میں تشریف فرما ہوئے تو ایک شخص آیا اور آپ کی تشریف آوری کی خبر ایسی حالت میں دی کہ میں کھجور کے ایک درخت کے اوپر کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث اس درخت کے نیچے بیٹھی تھیں جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی تو تکبیر کہی میری پھوپھی نے تکبیر سنی تو کہا "اللہ تجھے ناکام رکھے واللہ تو اگر موسیٰ بن عمران کی تشریف آوری کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ کچھ نہ کرتا" میں نے ان سے کہا "پھوپھی جان! اللہ کی قسم وہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں انہی کے دین پر ہیں اور اسی چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے تھے" پھر تو میری پھوپھی نے کہا۔

"بابا! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر ہمیں دی جاتی رہی ہے کہ عین قیامت کے قریب بھیجا جائے گا۔" میں نے کہا ہاں! پھوپھی نے کہا! جبھی تو تمہاری یہ حالت ہے؟

یہودیوں کے انکار کی دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ یہودی مدینہ منورہ کے حکمران بنے بیٹھے تھے وہ عرب کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کو آپس میں لڑا کر روز بروز کمزور سے کمزور تر کرتے جا رہے تھے اور خود طاقتور ہوتے جا رہے تھے۔ مدینہ منورہ کے ان دونوں قبائل اوس اور خزرج نے جب اسلام قبول کیا تو دونوں آپس میں شیر و شکر ہو کر متحد ہو گئے یہ صورتحال یہودیوں کے لئے ناقابل برداشت تھی ان کی حکمرانی اور غلبہ خطرے میں تھا اس لئے انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔

یہودیوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعراض اور انکار کی تیسری اہم وجہ یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تورات کی تصدیق کرتے ہیں وہاں انجیل کی بھی تصدیق کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کی دعوت

دیتے ہیں جبکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے نہ صرف منکر تھے بلکہ ان کے متعلق گستاخانہ خیالات رکھتے تھے۔ یہودیوں کو یہ دعوت کہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبی مان لیں اس کا مطلب یہ تھا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے عیسیٰ روح اللہ کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا وہ گمراہی اور شرارت کا رویہ تھا یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی مخالف ہو گئے۔

یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اس لئے بھی کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی آنے پر جو اب خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا شروع کردی۔ قرآن میں ہے:۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ ؎۱

یعنی اب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیجئے اور اے مسلمانو! تم جہاں بھی ہو (نماز میں) اسی کی طرف منہ کرو۔

چنانچہ جب تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا یہود مسلمانوں کے بھیس میں منافقانہ نماز میں شریک ہو جاتے تھے لیکن تحویل قبلہ کے بعد ان کی منافقت کا راز بھی فاش ہو گیا کیونکہ بیت المقدس کو کوئی یہودی کسی حالت میں نہ چھوڑ سکتا تھا چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلم کھلا مخالفت کرنے لگے۔ انہوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور انہیں آپس میں لڑانے کی ہر ممکن کوشش کی یہی نہیں انہوں نے کئی بار حضورؐ کی جان لینے کی بھی کوشش کی۔ آپؐ کو نقصان پہنچانے کیلئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے کبھی یہ منصوبہ بنایا کہ آپ پر چٹان گرا کر آپ کو مار دیا جائے اور کبھی آپؐ کو کھانے میں زہر ملا کر پیش کیا۔ انہیں اسلام اور مسلمانوں سے بغض و عناد اس حد تک تھا کہ وہ مسلمانوں کو دیکھتے تو السلام علیکم کی بجائے "السام علیکم" (تم پر ہلاکت ہو) کہا

؎۱ البقرہ ۱۴۴ ؏

کرتے تھے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ یہودی ہمیں السام علیکم کہتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جھگڑا مت کرو صرف جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا کرو۔ جب یہودیوں کی منافقت اور سازشیں بڑھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ سے نکال دیا وہ اللہ کے نبی کی تکذیب کی وجہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرے آج بھی انہیں چین اور سکون نہیں ؛

عرب کے نصاریٰ بھی نبی آخر الزماں کے منتظر تھے آپ کی تصدیق ورقہ بن نوفل اور بحیرہ نے بڑے واضح طور پر کی ہے ۔

غارِ حرا میں فرشتے (حضرت جبرائیل علیہ السلام) سے پہلی ملاقات کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانپتے لرزتے ہوئے گھر پہنچے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپ کو تسلی دی ۔

"آپ خوش ہو جائیں خدا کی قسم! آپ کو خدا کبھی رسوا نہیں کریگا آپ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، امانتیں ادا کرتے ہیں۔ بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ناداروں کی مدد کرتے ہیں ؛

پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ان کے چچا زاد بھائی تھے زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ عربی اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔

حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا بھائی جان! ذرا اپنے بھتیجے کا قصہ سنیئے! ورقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا بھتیجے تم کو کیا نظر آیا ہے ؟ رسول اللہؐ نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کر دیا۔ ورقہ نے کہا ، "یہ وہی ناموس (وحی لانیوالا فرشتہ) ہے جو اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش کہ میں آپ کے زمانہ نبوت میں قوی ہوتا کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی" ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے ؟ ورقہ نے کہا ہاں کبھی

ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ لائے ہیں اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی پر زور مدد کروں گا ۔ مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔[1]

بحیرہ راہب کا واقعہ یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بارہ سال تھی ۔ قریش کا ایک قافلہ تجارت کے لئے ملک شام کو روانہ ہونے لگا۔ قافلے میں جناب ابو طالب بھی شامل تھے ۔ روانگی کے وقت آپ نے اپنے چچا سے کہا ۔ "چچا جان ! میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا" جناب ابو طالب نے سمجھایا کہ بیٹا سفر طویل ہے اور راستے میں بہت سی تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں تم بچے ہو سفر کی تکالیف کیسے برداشت کرو گے ؟ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصرار کیا اور ان سے لپٹ گئے ۔ جناب ابو طالب کو آپ کی دل شکنی گوارا نہ تھی آپ کو اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھا لیا بصرہ پہنچے یہاں ایک راہب بحیرہ کی خانقاہ تھی جس کے باہر ایک بڑا سایہ دار درخت تھا ۔ یہیں قریش کا قافلہ تجارت ٹھہرا کرتا تھا ۔ بحیرہ اپنی خانقاہ سے باہر آیا ۔ اس نے خلافِ معمول قافلہ کو رات کے کھانے کی دعوت دی ۔ کھانے کے دوران وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے غور سے دیکھتا رہا ۔ پھر اس نے جناب ابو طالب کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا یہ لڑکا کون ہے ؟ جناب ابو طالب نے جواب دیا یہ میرا بیٹا ہے ۔ بحیرہ نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا ۔ اس کے والد کا انتقال ہو جانا چاہیئے تھا ۔ جناب ابو طالب نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو ۔ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس کا باپ فوت ہو چکا ہے میں نے اسے اپنے بیٹے کی طرح پالا ہے ۔

"سچ کہتے ہو ! بحیرہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اب میری بات غور سے سنو ۔" اس لڑکے کو شام کے سفر پر نہ لے جانا یہیں سے واپس لوٹ جاؤ ۔ اگر وہاں کے یہود و نصاریٰ کو علم ہو گیا تو وہ ان کو مار ڈالیں گے خوشخبری ہو کہ تمہارا یہ بھتیجا نبیوں کا سردار بننے والا ہے ۔" جناب ابو طالب نے بحیرہ سے پوچھا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟ بحیرہ نے جواب میں کہا کہ ہماری کتابوں میں آخری نبی کی جو نشانیاں لکھی ہیں وہ سب ان میں موجود ہیں ۔ جناب ابو طالب نے بحیرہ کی باتوں

---

[1] سیرت سرور عالم جلد دوم ص ۱۳۳ - ۱۳۵ سید ابوالاعلیٰ مودودی

کا اتنا اثر ہوا کہ آپ نے اپنا مالِ تجارت بصرہ میں ہی فروخت کیا اور واپس مکہ مکرمہ آ گئے[1]۔
شاہِ حبشہ نجاشی جو عیسائی مذہب کا پیروکار تھا اس نے بھی ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق کی۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مہاجرین مکہ کو جب نجاشی نے اپنے دربار میں بلایا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات سنیں تو اس نے کہا :۔ " مرحبا تم کو اور اس ہستی کو جس کے ہاں سے آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں اور وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ ابن مریمؑ نے دی تھی[2]۔
جب قریشِ مکہ نے نجاشی کے دربار میں دوبارہ حاضری دیکر بادشاہ سے عرض کیا حضور ذرا ان لوگوں کو بلا کر یہ تو پوچھئے کہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا ہے تو نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ دربار میں طلب کیا اور عمرو بن العاص کا پیش کردہ سوال ان کے سامنے دہرایا ہے تو مسلمان گھبرائے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں تو نجاشی ناراض ہو جائے گا۔ لیکن حضرت جعفرؓ نے اللہ پر بھروسہ کر کے بلا تامل کہا :۔ " اے بادشاہ ! ہمارے پیغمبرؐ نے ہمیں بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ کلمۃ اللہ ہیں "۔[2]
یہ کہنے کے بعد آپؓ نے سورہ مریمؑ کی چند آیات پڑھیں۔ نجاشی غور سے سنتا رہا اور روتا رہا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آخر میں نجاشی نے فرش سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا " خدا کی قسم جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے[3]۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت مبارکہ کا عیسائیوں کو جو انتظار تھا اس کی تصدیق اسکندریہ مصر کے والی جریج بن مینا المقلب بہ مقوقس کے اس خط سے بھی ہو جاتی ہے جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا۔ وہ عیسائی مذہب کا پیروکار اور قوم قبط

---

1. سیرت النبی جلد اول ص ۱۷۹ - ۱۸۱ 2. مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۴۰۲ -
3. سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۵۶ ، ۳۶۲ -

کا سردار تھا اس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اللخمی لے کر گئے تھے۔ مقوقس نے آپ کے قاصد کا بہت احترام کیا اگرچہ وہ دولتِ ایمانی سے محروم رہا لیکن آپ کو چند تحائف بھیجنے کے علاوہ ایک خط بھی لکھا جس میں سفیر کے اکرام کے علاوہ تحریر کیا:۔

"مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی باقی ہے اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ ملکِ شام میں ظہور پذیر ہوں گے"۔ [1]

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقوقس کا جواب ملا تو آپ نے فرمایا: "اس نے اپنی سلطنت پر بخل کیا حالانکہ اس کی سلطنت کو کوئی بقا نہیں۔" [2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران کے نام بھی ایک خط ارسال کیا نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کے درمیان ہے اس وقت اس علاقہ میں ۷۳ بستیاں شامل تھیں اور کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار قابل جنگ مرد اس میں سے نکل سکتے تھے آبادی تمام تر عیسائی تھی اور تین سرداروں کے زیر حکم تھی ایک عاقب کہلاتا تھا جس کی حیثیت امیر قوم کی تھی۔ دوسرا سید کہلاتا تھا جو ان کے تمدنی و سیاسی امور کی نگرانی کرتا تھا اور تیسرا اسقف (بشپ) تھا جس سے مذہبی پیشوائی متعلق تھی نجران میں مسیحی علوم کی ایک بڑی درسگاہ بھی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک اہل نجران کے پاس پہنچا تو انہوں نے مشورہ کیا اس مشاورت میں درسگاہ کے علماء نے کہا:۔

"خداوند نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی ہوگا ہو سکتا ہے یہ وہی ہوں۔"

اس بات پر لوگوں میں اختلاف ہوا پھر یہ طے پایا اس سارے معاملے کو عوام کے سامنے رکھا جائے اسقف کے اعلان پر تمام اہل وادی جمع ہو گئے ان کے سامنے بھی نامہ مبارک پڑھا گیا بحث مباحثہ کے بعد جلسۂ عام میں طے ہوا کہ ایک وفد مدینہ منورہ جا کر پوری طرح اطمینان کر کے آئے چنانچہ وفد روانہ ہوا وفد میں ساٹھ افراد تھے جن میں بڑی بڑی معتقد عیسائی شخصیات میں سے عبد المسیح جو عاقب تھا دوسرا ایہم یہ سید قوم کے مرتبہ کا تھا تیسرا ابو الحارث بن علقمہ جو انجیل کا بہت بڑا عالم تھا ابو الحارث

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۲۷ [2] ایضاً [3] یہودیت و نصرانیت ص ۸۶-۴

سو واقف ہو گیا تھا کہ جو شخص توحید کی دعوت دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی بھی تصدیق کرتا ہے وہی رسول آخرالزماںؐ ہیں اس لئے اس نے مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستے ہی میں اپنے بھائی کرز بن علقمہ سے کہہ دیا تھا۔ "خدا کی قسم یہی وہ نبی اُمّیؐ ہیں جن کا ہم لوگوں کو انتظار تھا لیکن اس بات کو ظاہر کردوں تو یہ سب ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔"

کرز بن علقمہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور جب مدینہ منورہ پہنچے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضری دی تو مسلمان ہو گئے۔ وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت سے سوالات پوچھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے جوابات دیئے وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپؐ سے دریافت کی تو وحی الٰہی نازل ہوئی جس میں بتایا گیا:۔ "عیسےٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی سی ہے کہ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔[1]

اس اطمینان بخش جواب سے بھی وفد کی تسلی نہ ہوئی انہوں نے آیات کے اقرار سے انکار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم خداوندی کے مطابق اہل نجران کو دعوت مباہلہ دی اور مباہلہ کے لئے اس انداز سے نکلے کہ حضرت امام حسینؓ آپؐ کی گود میں تھے حضرت امام حسنؓ آپؐ کی انگلی تھامے ہوئے تھے حضرت بی بی سیدہ فاطمہؓ آپؐ کے پیچھے تھیں اور حضرت علی المرتضیٰؓ ان کے پیچھے۔ اہل نجران نے مباہلہ سے گریز کیا اور اطاعت پر آمادہ ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہم اپنا معاملہ آپؐ پر چھوڑتے ہیں آپؐ خود ہمارے لئے بہتر حکم فرما دیں۔[2]

---

[1] آل عمران : ۵۹-۶۱ [2] تاریخ ابن خلدون جلد اول ص ۲۶۸

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تحریری امان نامہ لکھوا کر دے دیا[1]
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ کو تبلیغ اسلام کے لئے اہل نجران کے ہمراہ روانہ کیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد نجران کے عیسائیوں میں سے ایک بڑی تعداد اور دیہات کے تمام مشرک قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔ یہاں تک کہ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں پورے یمن اور نجران کی آبادیاں مسلمان ہو گئیں وہاں یہودی اور عیسائی بہت ہی کم تعداد میں رہ گئے۔ ہر طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ لوگ رسولِ منتظرؐ کی اُمت میں داخل ہو گئے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۳۶۹-۳۷۰

مصنف کی دیگر کتابیں

۱۔ اسمائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ـــــ حضورؐ کے اسمائے مبارکہ پر منفرد کتاب

۲۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ـــــ بچوں کیلئے ایک جامع و مستند کتاب

۳۔ پیغمبرِ اخوت و مساوات ـــــ سیرت پر ایک دلچسپ کتاب

۴۔ حرمتِ مسکرات تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں ـــــ منشیات کے خلاف سیرتِ طیبہ کے حوالے سے پہلی کتاب۔

۵۔ ذکرِ نبیؐ بزبانِ علیؑ ـــــ سیرتِ طیبہ پر ایک اچھوتی کاوش۔

۶۔ ہمارے تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ـــــ نئی نسل کے لئے معلوماتی کتاب

۷۔ انوارِ لطیف ـــــ شاہ لطیف بھٹائیؒ پر ایک جامع کتاب۔

۸۔ انوارِ دعا ـــــ دعا پر ایک تحقیقی کتاب

۹۔ الحسنؑ ابن علیؑ ـــــ امام حسنؑ پر ایک منفرد کتاب

۱۰۔ عظمتِ رفتہ ـــــ ہزارہ کے مشائخ، علماء اور اکابرین پر پہلی کتاب

۱۱۔ متاعِ رفتہ ـــــ ایک ماں کی کہانی بیٹے کی زبانی

۱۲۔ شہدائے کربلا ـــــ کربلا کے ہر شہید کا تذکرہ

مرتبہ کتب وجیراللہ

۱۔ مقالاتِ سیرتؐ ـــــ سیرت النبیؐ پر مقالات کا مجموعہ

۲۔ تاجدارِ حرمؐ ـــــ //

۳۔ نگاہ ہے یا رسول اللہ تمہاری ہے ـــــ //

۴۔ پیغمبرِ اسلامؐ کے پیغام کی آفاقیت ـــــ //

بتمام و کمال بیان کرنا آلِ احمد رضوی کی عقیدت کی سحر کاری یا محبت کی شعبدہ گری نہیں بلکہ حُسن کھوجنے والی آنکھ نے اپنا مرکزِ حُسن تلاش کیا ہے۔

یہ تو در اصل جذبۂ عشق [illegible] کا سامان ہے کہ میں نگاہِ ناز کا میں شکار ہوں [illegible] جلوۂ حسن کا میں اسیر ہوں اور حسنِ یگانۂ روزگار کا میں شیدائی ہوں اس کے لطفِ جمال کا تمام عالم معترف ہے۔ گویا یہ نگاہِ حسن جو کہ معتبر ہونے کی ضمانت ہے۔

سیّد آلِ احمد رضوی نے کتنی کتابیں اور کتنے صفحے کھنگالے ہوں گے، کتنی [illegible] کا قرض ان پر چڑھا ہوگا، کتنے صفحات [illegible] اور پھر از سرِ نو لکھے ہوں گے۔ ان تمام [illegible] اوراق میں بخوبی جھلکتا ہے۔ لیکن تھکن [illegible] نہیں پڑتی، حالانکہ تھکن، محنت کا لازمی ثمر ہوا کرتی ہے۔ شاید اس تھکن کا احساس، جذبوں کے اس ہجوم میں کھو گیا ہو گا جو ان کی خواہشات سے اس تکمیل کو دیکھ کر ابھر آئے ہوں گے۔

بس یہی دعا ہے کہ حرف و لفظ، فکر و حکمت اور جذبہ و احساس کی اس جلوہ نمائی کے ساتھ آلِ احمد رضوی قلب و ذہن کی آسودگی کا سامان تا زیست کرتے رہیں۔

صاحبزادہ سید [illegible]
ممبر قومی اسمبلی پاکستان

حاصلِ کونین (مذاہب عالم میں تذکرہ خیر الانام) موضوع کے اعتبار سے ایک منفرد اور ایک اچھوتی کتاب ہے اور موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے

([illegible] ایم اے [illegible])

سید آل احمد رضوی کی اس موضوع سے والہانہ دلچسپی، تحقیق و تجسس کی سچی لگن اور شب و روز کی عرق ریزی کی بدولت ایک اہم کتاب سامنے آئی ہے۔ اسے پوری دنیا میں عام کیا جائے تاکہ غیر مسلموں کے ذہنوں میں اسلام اور صاحب اسلام کی حقانیت و عظمت منکشف ہو۔

(پروفیسر حفیظ تائب)

مصنف کا اندازِ تحریر کافی مؤثر، سنجیدہ اور دلکش ہے۔ زبان عام فہم اور دلنشین استعمال کی گئی ہے۔ موضوع کو حوالہ جات کے ذریعے قابلِ قدر اور محلِ صداقت بنانے کی دیانتدارانہ کوشش کی ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

بس یہی دعا ہے کہ حروف و الفاظ، نور و نکہت اور جذب و احساس کی اس جلوہ سامانی سے خدا وند سید آل احمد رضوی قلب و ذہن کی آسودگی کا سامان تا زیست کرتے رہیں۔

(صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی)

ماڈرن بک ڈپو آبپارہ اسلام آباد